بسلسلہ مشاہیر اسلام

ثانوی جماعتوں کے لیے اضافی کتاب

ہمارے مشاہیر

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور

فہرست

۳۔ محمد بن قاسم

۴۔ طارق بن زیاد

۴ مسلمان امیر البحر

۱۔ عروج باربروسہ

۲۔ خیر الدین پاشا

۳۔ حسن پاشا

۴۔ مراد اعظم

پیش لفظ

"ہمارے مشاہیر" ایک ننھی مُنی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مشاہیر میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے بزرگ شامل ہیں۔

ان میں مثالی حکمران بھی ہیں۔ نامور فاتحین بھی، عظیم سپہ سالار اور امیر البحر بھی۔ صفحات کی تنگ دامنی اگر حارج نہ ہوتی تو یہ فہرست بہت طویل ہوتی۔ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ بیشمار بزرگوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے کارنامے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

ہم نے اسلام کی فقید المثال تاریخ میں سے صرف چار چار مشاہیر کے نام چُنے ہیں۔ امید ہے ہمارے طلباء، طالبات ان کے تذکرے پورے شوق سے پڑھیں گے اور انکے نمونۂ عمل سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

مؤلفین

مثالی حکمران

۱۔ حضرت عمر فاروقؓ
۲۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز
۳۔ خلیفہ ہارون الرشید
۴۔ سلطان قطب الدین ایبک

مثالی حکمران

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام کے اس مثالی حکمران کا نام عمر اور فاروق لقب تھا۔ قریش کے ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن ہی سے تندرست اور توانا تھے۔ جوان ہو کر بڑے ڈیل ڈول کے نکلے۔ پہلوانی میں، گھوڑے کی سواری میں اور تقریر کے فن میں بڑا نام پیدا کیا۔ آپ نام کے نہیں بلکہ واقعی ابن خطاب تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کے چھٹے سال میں مسلمان ہو گئے تھے اس وقت آپ کی عمر تینتیس برس کی تھی۔ پورے اٹھارہ سال حضور کی خدمت اور اطاعت میں گذار دیئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں

کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہوتے۔ ان کے بعد عمر فاروقؓ امیرالمومنین بنے۔ خلیفہ اوّل کے زمانے میں ایران کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی تھی۔ فاروق اعظم کے دور میں ایران کی فتح مکمل ہوئی اور ایران پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ آپ کے زمانے میں رومیوں کے ساتھ زبردست معرکے ہوتے۔ رومیوں کی طاقت ٹوٹ گئی اور ان کی حکومت پارہ پارہ ہوگئی، دمشق فتح ہوا، مصر پر اسلامی پرچم لہرایا بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا اور تمام ملک شام میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔

فاروق اعظمؓ کی فتوحات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے مبارک زمانے میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل پر مسلمانوں کی حکومت تھی اور ڈیڑھ ہزار شہر فتح ہوتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے ملک اور شہر فتح ہی نہیں کئے بلکہ انھیں اسلامی طریقوں پر آباد کیا۔ خلق خدا کو سکھ پہنچایا اور بستی بستی میں اسلام کی تعلیم کو عام کیا۔ ہر شہر میں عالی شان مسجدیں بنوائیں، جن میں نو سو جامع مسجدیں تھیں۔
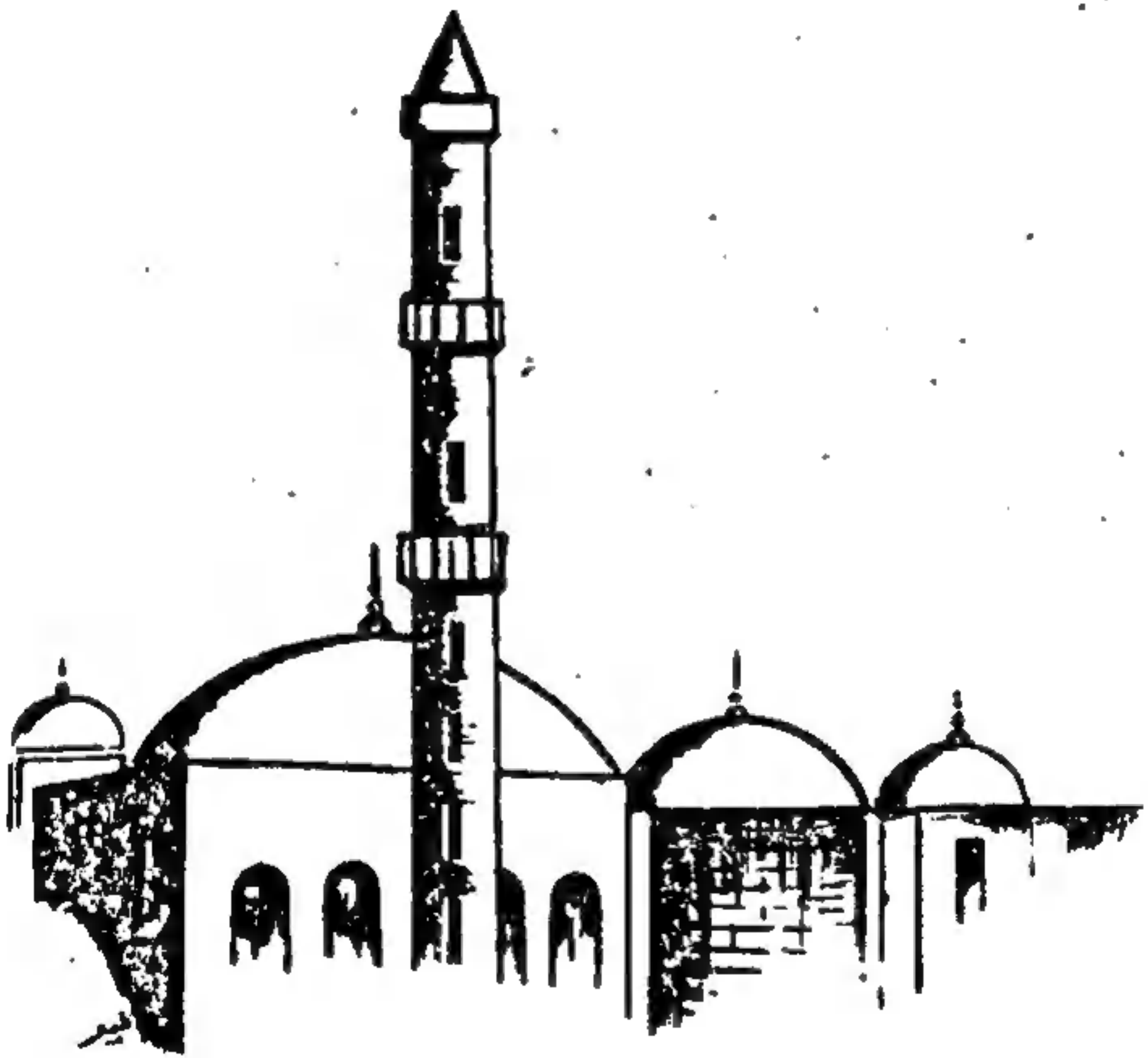
حضرت عمرؓ فاروقؓ کے زمانے کی ایک مسجد

آپ کی خلافت ساڑھے دس برس رہی۔ آپکی حکومت کی بنیاد قرآن وسنت پر تھی۔ آپ اکثر بزرگ صحابہ کو اپنے مشوروں میں شامل رکھتے۔ بعض معاملات میں عوام سے بھی مشورے لیتے۔ ایک نادار عورت بھی اگر حق بات کہتی تو آپ اس کو مان لیتے۔ آپ کا لباس سادہ ہوتا، کھانا پینا معمولی ہوتا، رہن سہن میں کوئی تکلف نہ ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے کہ جب تک میرے اوپر تمام وہ حالات نہ گذریں جو عام لوگوں کے ہیں خلافت کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ آپ اکثر فرماتے کہ حکومت کا خزانہ اللہ کا مال ہے، میں اس کا صرف محافظ ہوں۔

ایک مرتبہ صحابہ کے درمیان بیٹھے اچانک منبر پر چڑھے اور اپنے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا، اے عمرؓ! اللہ سے ڈر، وہ وقت یاد کر جب تو جنگل میں اونٹ چراتا تھا۔ اس اچانک گفتگو سے لوگوں کو تعجب ہوا تو فرمایا کہ عمر کو ڈر تھا کہ خلافت پر مغرور نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ مشک بھر بھر کے لوگوں کے گھر پانی پہنچایا، لوگوں نے دریافت کیا۔ اے امیر المومنینؓ! ایسی بات کی

کیا ضرورت پیش آئی، تو جواب دیا کہ عمر ان طریقوں سے نفس کا علاج کرتا ہے کہ کہیں غرور پیدا نہ ہو جائے۔

آپ کا معمول تھا کہ لوگوں کے حالات معلوم کرتے اور ان کی ضرورتوں کا پتہ لگانے کے لئے گلی گلی کوچہ کوچہ گھومتے۔ بعض اوقات ایسے معمولی کپڑوں میں پھرتے کہ کوئی پہچان نہ سکتا۔

عادت کے مطابق ایک مرتبہ رات کو گھر سے نکلے تو ایک خیمے کی طرف سے گذر ہوا۔ اندر سے عورت کے کراہنے کی آواز آئی۔ پتہ لگا کہ بچے کی پیدائش ہونیوالی ہے اور دیکھ بھال کے لئے پاس کوئی عورت نہیں۔ فوراً اپنے گھر واپس آئے اور اپنی بیوی سے فرمایا۔ آج نیکی کمانے کا موقع ہے۔ وہ اسی وقت ضرورت کی چیزیں لے کر ساتھ ہولیں۔

جب وہ خیمے کے اندر تشریف لے گئیں اور حضرت عمرؓ باہر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے ان کی آواز آئی امیر المومنین اپنے دوست کو بچے کی پیدائش پر مبارکباد دیجیئے۔ امیر المومنین کا نام سُن کر عورت اور اس کا شوہر

حیران رہ گئے اور شرمندہ ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا شرمندگی اور حیرانی کی کیا بات ہے۔ وہ انسان ہی کیا جو دوسروں کے کام نہ آئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ رات کو گشت کرتے ہوئے دُور جا نکلے۔ دیکھا کہ ایک عورت چولہے پر کچھ پکا رہی ہے۔ بچے اس کے پاس بیٹھے ہیں اور بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے اللہ کی بندی! بچوں کو کچا پکا ہی کچھ کھلا دے تاکہ یہ چپ ہو جائیں۔ عورت نے جواب دیا کہ بچوں کی تسلی کے لئے چولہے پر صرف پانی چڑھا رکھا ہے، کھانے کھلانے کے لئے گھر میں کچھ نہیں۔

حضرت عمرؓ خوف الٰہی سے کانپ اُٹھے۔ اسی وقت بیت المال آئے، آٹے کی بوری گھی اور ضرورت کا دوسرا سامان خود اپنے کاندھے پر رکھا اور اس عورت کے گھر پہنچے۔ بچے رو رو کر سو چکے تھے۔ چولہا بھی ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ آپ نے آگ جلائی حلوہ تیار کیا اور بچوں کو جگا کر کھلایا۔ بچے کھانے کے بعد کھیلنے لگے اور آپ انھیں

دیکھ کر خوش ہوتے رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ خلافت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ اسی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ایک رات آپ کسی قافلہ کا پہرہ دے رہے تھے کہ ایک دودھ پیتے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ نے اس کی ماں سے فرمایا "اسے دودھ پلاؤ تاکہ یہ سو جائے"۔ عورت نے جواب میں عرض کیا کہ "میں نے وقت سے پہلے دودھ چھڑا دیا ہے۔ اس لئے کہ دودھ پیتے بچوں کو بیت المال سے وظیفہ نہیں ملتا اور میرے وظیفے پر گھر کا گذارا نہیں ہوتا۔" وہ یہ سن کر غمگین ہوئے اور دوسرے ہی دن دودھ پیتے بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک مرتبہ کسی گھر کی طرف سے آپ کا گذر ہوا۔ اندر سے کسی عورت کی آواز آئی جس سے بے چینی ظاہر ہوتی تھی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا شوہر فوج میں ہے۔ مدت سے گھر نہیں آیا۔ آپ نے قانون بنا دیا کہ ہر ایک سپاہی کو سال میں دو مرتبہ چھٹی دی جائے۔

اس مثالی حکمران نے زندگی کے ہر ایک کام میں نئے اور مفید طریقے جاری فرمائے، چند ایک آپ بھی پڑھیئے۔

ایک مرتبہ آپ کے سامنے کوئی سرکاری کاغذ پیش ہوا نیچے شعبان کا مہینہ لکھا ہوا تھا۔ فرمایا یہ کس طرح پتہ چلے کہ کس سال کا شعبان مراد ہے۔ ابھی تک سنہ، مہینے اور تاریخ معلوم کرنے کے لئے کیلنڈر کا رواج نہ ہوا تھا۔ آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے ہجری سن کا آغاز کیا۔

مقدموں کے فیصلوں کے لئے عدالتیں قائم کیں۔ قاضی مقرر فرمائے۔ فوج کے لئے علیحدہ عدالتیں بنائیں۔ پولیس چوکیاں قائم کیں، رات کو گشت کا طریقہ رائج فرمایا۔ روزنامچہ لکھنے والے مقرر کئے۔ لاوارث بچوں کی پرورش کے لئے ادارے بنائے۔ ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں میں بیت المال قائم کئے جن میں ہدیہ، تحفہ، صدقہ اور زکواۃ کا مال جمع ہوتا تھا۔ ہر قسم کے مال کے لئے علیحدہ خانے ہوتے۔ اور یہ مال صحیح ضرورت مندوں اور مستحقوں پر خرچ ہوتا۔

دوسرے ملکوں کے غیر مسلم سوداگروں کو اپنے ملک میں تجارت کی اجازت دی اور غیر مسلم معذوروں کے لئے بھی وظائف مقرر فرمائے۔

اس عظیم حکمران نے ملک کی سرحدوں پر بڑی بڑی آٹھ چھاؤنیاں بنائی تھیں۔ ہر چھاؤنی میں چار ہزار گھوڑے ہر دم تیار رہتے، جنھیں میدان جنگ کی تربیت دی گئی تھی۔

ہر سال تیس ہزار نئے سپاہی فوج میں بھرتی ہوتے تھے۔ کئی لاکھ تجربہ کار اور ہتھیار بند فوج تھی جو اسلامی ممالک کی حفاظت کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھی اور دشمن کے مقابلے کے لئے چوکس رہتی تھی۔

اسلام کے اس نامور حکمران کی زندگی میں کوئی تکلف اور بناوٹ کی بات نہ تھی۔ عام لوگوں کی طرح رہتے۔ وہ سادہ لباس، سادہ کھانا اور سادہ رہن سہن کے قائل تھے۔

لوگوں کے کام سے فارغ ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ عبادت میں مشغول رہتے۔ خدا کے خوف سے

روتے روتے رخساروں پر سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

عالم اسلام کے اس عظیم خلیفہ نے ۲۷ ذوالحجہ ۲۳ھ ہجری کو شہادت کی موت پائی اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

بے مثال حکمران

حضرت عمر بن عبد العزیز

بنو امیہ کا خاندان تمام عرب میں مشہور تھا۔ حسب نسب کے لحاظ سے یہ لوگ قریشی تھے۔ جو ملک جہاد کے ذریعے فتح ہوئے تھے، بنو امیہ ان پر ایک مدت تک حکومت کرتے رہے۔ دولت کی کثرت کی وجہ سے بیشتر حکمران شخصی بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے تھے۔

عمر بن عبد العزیز بھی بنو امیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن ان جیسے نیک دِل حکمران کی مثال کم

ملے گی۔ یہ بچپن ہی سے نیک اور پرہیزگار تھے، بامرّوت اور ملنسار تھے، دانشمند اور ہوشیار تھے۔ طبیعت میں سادگی تھی، ہر ایک کام میں نفاست اور پاکیزگی پسند فرماتے۔ عاجزی اور انکساری اِس قدر زیادہ تھی کہ کبھی کسی کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھی۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد ۹۹ ھ میں عمر بن عبدالعزیز مسلمانوں کے امیر بنے۔ شام، ایران عراق، افغانستان، سندھ، بلوچستان، افریقہ اور اندلس تک ان کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت کے اعلان کے بعد مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت آپ کی منتظر تھی۔ سب نے آگے بڑھ بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ امیرالمومنین جب مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ دُور دُور تک سواری کے لئے عمدہ اور نفیس گھوڑے قطاروں میں

کھڑے ہیں اور ان پر قیمتی اور سنہرا ساز سجا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان تمام گھوڑوں کو بیت المال میں بھیج دیا جائے۔ خلیفہ اپنے سادہ خچر پر سوار ہو کر قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ شاہی محل طرح طرح کے قیمتی جھاڑ اور فانوس سے سجا ہوا تھا۔ اعلیٰ قسم کے قالین اور فرش بچھے ہوئے تھے۔

اس بے مثال حکمران نے فرش اور قالین پر قدم نہیں رکھا۔ بلکہ پاؤں سے سمیٹ دیئے اور فرمایا، یہ سب فضول خرچی ہے۔ مسلمانوں کے خلیفہ کے لئے یہ تکلف اور فضول خرچی جائز نہیں۔ حکم دیا کہ تمام سازوسامان ابھی بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔

عمر بن عبدالعزیز کی اہلیہ خلیفہ عبدالملک کی بیٹی تھیں۔ انھیں والدین کے گھر ہر طرح کا عیش و آرام حاصل تھا۔ شاہانہ زندگی گذاری تھی لیکن وہ جب اپنے پاکباز اور پرہیزگار شوہر کے گھر آئیں، تو زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا۔ دنیا نگاہوں میں بے حقیقت معلوم

ہونے لگی۔ ہیرے اور جواہرات ان کی نظر میں ناچیز ہو گئے۔

خلیفہ وقت نے سب سے پہلے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ تمھارے پاس جس قدر ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے زیورات ہیں، سب بیت المال میں جمع کرا دو تاکہ کسی کو ہماری طرف انگلی اٹھانے کا موقع نہ رہے۔ انھوں نے اسی وقت تمام زیورات اپنے جہیز کے قیمتی پارچہ جات، ہیرے اور جواہرات بیت المال میں بھیج دیئے۔ ان کے دِل میں نہ کوئی ملال آیا نہ کسی پر احسان جتایا، بلکہ خدا کا شکر ادا کیا کہ آخرت کے حساب کتاب سے نجات پائی۔

عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہونے کے چند دن بعد تمام جاگیرداروں کو حکم بھیجا کہ اپنی جاگیروں کے متعلق تمام کاغذات لے کر دربار میں آئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنھیں اموی بادشاہوں نے جاگیریں بخش دی تھیں۔ آپ نے بھرے دربار میں لوگوں سے کہا کہ پہلے میں اپنی اور اپنے

خاندان کے عزیزوں کی جاگیریں لوٹاتا ہوں۔ تم بھی اپنی جاگیریں حکومت کو واپس کرو۔ چنانچہ تمام جاگیریں واپس کر دی گئیں۔ ہاں وہ لوگ جنھوں نے محنت کر کے زمینیں آباد کی تھیں اور اسی پر ان کے خاندان کا گذارا تھا، وہ انھیں لوگوں کے پاس چھوڑ دی گئیں۔

عمر بن عبد العزیز کو اپنی خاندانی جاگیروں سے چالیس ہزار دینار سالانہ آمدنی تھی۔ خلافت کے بعد صرف ایک قطعہ زمین کا آپ کے پاس تھا جس سے صرف پینتیس درہم ماہانہ آمدنی ہوتی تھی۔ اس رقم سے گھر کا بالکل گذارا نہ ہوتا تو لوگوں کے اصرار پر ضرورت کے مطابق چند درہم روزانہ بیت المال سے لینے لگے تھے۔

اس بے مثال خلیفہ نے حاکموں اور افسروں کے مال و دولت کا جائزہ لیا اور جو چیز کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ دیکھی بیت المال میں جمع کرا دی۔

آپ حاکموں کو مقرر کرتے وقت ان کی دولت اور حیثیت کا خوب اندازہ لگا لیتے اور حکم فرماتے کہ ملازمت

کے دوران اگر کسی کے پاس اس کی موجودہ حیثیت کے مقابلے میں زیادہ دولت دیکھی گئی تو اسے اس کے عہدے سے معزول کر دیا جائے گا۔ آپ کے اس طرز حکومت سے کسی کو ناجائز دولت سمیٹنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی۔

جو حاکم آرام پسند ہو گئے تھے اور اپنی ذمے داریوں کو پورا نہ کرتے تھے یا جن حاکموں کی بدسلوکی اور زیادتی ثابت ہو چکی تھی، سب کو معزول کر دیا۔

آپ ہر دم اس بات کا خیال رکھتے کہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہ ہونے پائے، کسی کی حق تلفی نہ ہو، کوئی کام شریعت کے خلاف نہ ہو، کسی سے کوئی ناجائز محصول اور ٹیکس وصول نہ کیا جائے۔

آپ نے اپنی پوری سلطنت میں اعلان کرا دیا تھا کہ جس شخص کو جس حاکم سے کوئی شکایت ہو ہمیں بے خوف و خطر خبردار کرے۔ ہم اس کی تکلیف کو دور کریں گے اور اس شخص کی اس جرأت پر انعام بھی دیں گے۔ اس اعلان کے بعد کسی حاکم کو کسی پر ظلم کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ اپنے حاکموں کو ہدایت کرتے کہ اگر میری طرف سے بھی کوئی حکم خلاف شریعت صادر ہو تو اس کو زمین پر پٹخ دو۔ شہر شہر بستی بستی منادی ہوتی رہتی تھی کہ مظلوموں کے دکھ درد دور کئے جائیں گے۔ غریبوں اور محتاجوں کی ضرورت پوری کی جاتے گی۔ جو لوگ ناداری اور مفلسی کی وجہ سے شادی بیاہ نہیں کر سکتے ان کا پورا پورا انتظام کیا جائے گا۔

ملازموں کارکنوں اور حاکموں کی ضرورت اور حیثیت کے مطابق معقول تنخواہیں مقرر تھیں تاکہ سب خوش دل ہو کر کام کریں اور کسی کو رشوت لینے کی ضرورت نہ پڑے۔ کم از کم تنخواہ سو دینار اور زیادہ سے زیادہ دو سو دینار ہوتی۔ ضرورت اور حیثیت کے مطابق کچھ زیادہ بھی ہو جاتی، لیکن عام ملازموں اور حاکموں کی تنخواہوں میں زمین آسمان کا فرق کبھی نہ ہوتا۔

جو لوگ قرآن اور حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے مسجدوں میں رہتے، انھیں سو دینار ماہانہ وظیفہ ملتا تاکہ

طالب علم یکسو ہو کر علم حاصل کریں اور تعلیم حاصل کرنے کے زمانے میں کسی کے محتاج نہ ہوں۔

آپ کی پوری سلطنت میں عوام خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن آپ کی اپنی زندگی نہایت سادہ تھی۔ بعض اوقات آپ کے پاس کپڑوں کا ایک ہی جوڑا ہوتا جب میلا ہو جاتا تو دھلوا کر پہن لیتے۔

ایک مرتبہ آپ کے گھر کے سامنے کوئی شخص انگور بیچ رہا تھا۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تھوڑے سے انگور خرید لیں، اس وقت ان کے پاس چند درہم بھی نہ تھے۔ چنانچہ وہ انگور نہ خرید سکے۔

آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ رات کے وقت بیت المال کے چراغ کی روشنی میں صرف حکومت کا کام کرتے۔ جب کام ختم ہو جاتا تو بیت المال کا چراغ بجھا دیتے اور اپنے ذاتی کام کرنے کے لئے ذاتی چراغ روشن کرتے۔

عمر بن عبد العزیز اپنے اس کردار سے اپنی قبر کا

چراغ روشن کر گئے۔

دو سال پانچ مہینے چار دن خلافت کی اور چالیس کی عمر میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ انھیں آخرت کی راحت عطا فرمائے۔ آمین۔

نیک دل حکمران

خلیفہ ہارون الرشید

ہارون الرشید عباسی خاندان کے سب سے مشہور خلیفہ ہوتے ہیں۔ ان کا زمانہ علم و حکمت کا زمانہ تھا۔ وہ ۱۴۵ھ میں پیدا ہوتے۔ نہایت خوبصورت اور حسین تھے۔

شاہی خاندان کے نونہال تھے اور ناز و نعمت میں پلے تھے۔ اس کے باوجود طبیعت میں عاجزی اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ شروع سے نیک اور نرم دل تھے۔ بچپن میں بڑوں جیسے بردبار تھے، کبھی کسی چھوٹے بڑے کو برا کلمہ نہیں کہا۔ یہ تمام خوبیاں ان میں خدا داد تھیں۔

ہارون الرشید ابھی اکیس سال کے تھے کہ ۱۷۲ھ
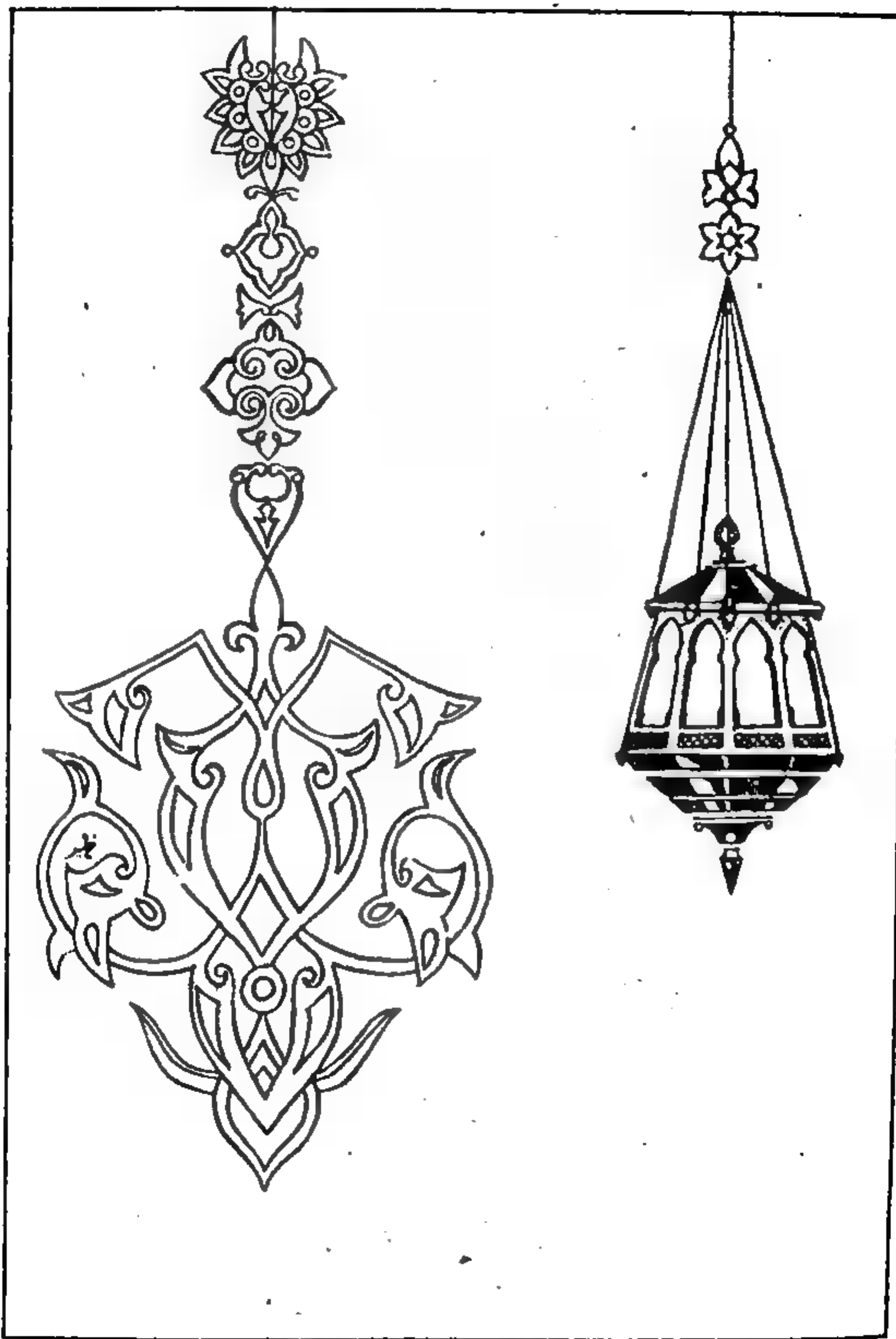
جھاڑ فانوس

بس عین نوجوانی کے عالم میں خلافت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ وہ بے مثال حکمران تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بھی تھے۔ عالموں کے قدردان بھی تھے۔ ان کے درجوں اور رتبوں کو خوب جانتے پہچانتے تھے۔ ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ انتہائی نرم دِل ہونے کے باوجود بہت رعب اور دبدبہ رکھتے تھے۔

ہارون الرشید مسجد کے نمازی اور میدان جہاد کے غازی تھے۔ ایک سال خانہ کعبہ کا حج کرتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کرتے تو دوسرے سال اسلامی لشکر میں نئے مجاہدوں کا اضافہ کرتے اور افواج میں ترتیب قائم کرتے، ان کی تربیت کا انتظام کرتے اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے۔

ہارون الرشید کی دین داری کا یہ عالم تھا کہ فرض نمازوں کے علاوہ ہر روز سو رکعت نفل پڑھتے۔ اس قدر عبادت گذاری کے ساتھ دن رات رعایا کی

دیکھ بھال میں لگے رہتے ۔ اپنے عوام اکے ایک ایک شخص کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ، مروت اور شفقت کا سلوک فرماتے ۔ امیر اور غریب کے ساتھ اولاد جیسا برتاؤ کرتے ۔

ہارون الرشید ہفتے میں دو مرتبہ اجلاس عام کرتے ۔ ہر شخص کو اجازت تھی کہ بے روک ٹوک اس اجلاس میں شریک ہو اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کا اظہار کرے ۔ اپنی تکلیفیں بیان کرے ۔ اگر کسی حاکم کے خلاف بھی شکایت ہو تو بے تکلف بیان کرے ۔ اس طرح ہارون الرشید سب کی فریاد سنتے ، ان کی تکلیفوں کو دور کرتے اور ضرورتوں کو پورا کرتے ۔

عدالت میں کسی کی بے جا رعایت نہ کی جاتی ۔ اپنا ہو یا پرایا ، امیر ہو یا غریب ، حاکم ہو یا محکوم ہر ایک کے ساتھ حق اور انصاف کا برتاؤ کیا جاتا ۔

خلیفہ وقت اس بات پر کڑی نگاہ رکھتے کہ کسی کے ہاتھوں کسی کا کوئی حق ضائع نہ ہو ۔ تاجروں اور

سوداگروں کو خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ کوئی کھوٹی اور ملاوٹ کی چیز بازار میں نہ آنے پائے اگر کہیں کوئی شخص ایسا جرم کرتا تو اسے شدید سزا دی جاتی۔

ضرورت کی تمام چیزوں کا نرخ سرکاری طور پر مقرر کیا جاتا۔ تمام ملک میں فروخت ہونے والی چیزوں کا بھاؤ خلیفہ کو معلوم رہتا۔ بازار اور منڈی کے اتار چڑھاؤ سے وہ خوب باخبر رہتے۔

حکومت کی طرف سے نیک اور ایماندار اہل کار مقرر تھے۔ جو خفیہ طور پر ملک میں رہنے والوں کے حالات اور معاملات کی تحقیق کرتے۔ یہ کارندے ملک کے ہر ایک حصے میں پھیلے ہوتے تھے۔ اگر کوئی شخص خلیفہ کو غلط خبر دیتا تو اسے سخت سزا دی جاتی۔ اسی طرح صحیح واقعات پر پردہ ڈالنے والے کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑا جاتا۔ اس نیک دل حکمران نے تمام ملک میں اعلان کرا دیا تھا کہ ملازمت حاصل کرنے کے لئے دین کا علم حاصل

کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ ان کے زمانے میں تمام مُلک میں ایک حاکم بھی ایسا نہ تھا جو دین کا عالم نہ ہو۔ قاضی ابو یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) تمام قاضیوں پر حاکم مقرر تھے۔ اس زمانے میں ان کا لقب قاضی القضاۃ تھا۔ جسے آج کل چیف جسٹس کہا جاتا ہے۔

قاضی ابو یوسف امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ قرآن شریف اور حدیث شریف کے ماہر تھے۔ تمام علوم میں انھیں سوجھ بوجھ حاصل تھی۔ وہ عدالتوں کے لئے قاضی اور منصف مقرر کرتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے ملک کے ہر ایک حصے میں بیواؤں، یتیموں بے سہارا اور معذور لوگوں کے لئے ایسے ادارے بنوائے تھے، جہاں ان لوگوں کی پرورش بھی ہوتی اور انہیں کسی فن یا دست کاری کی تربیت بھی دی جاتی۔ دینی لگاؤ کے مطابق انھیں مختلف قسم کے ہنر سکھائے جاتے۔ لکھنا پڑھنا بھی سکھایا جاتا۔ تمام ملک میں تعلیم کا معقول

انتظام تھا۔ ہر شہر اور ہر بستی میں اچھے اچھے مدرسے موجود تھے۔ ہر ایک کے لئے تعلیم کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ جب تک طالب علم ان مدرسوں میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہتے، ان کو معقول وظیفے ملتے رہتے تاکہ ان کی کوئی ضرورت نہ رکے۔

ہارون الرشید کی پوری سلطنت میں خوشحالی تھی تاریخ کوئی ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتی کہ اس زمانے میں کوئی ایک آدمی ننگا اور بھوکا پھرتا نظر آیا ہو۔ کوئی شخص بے روزگار نہ تھا کوئی شخص بیکار نہ تھا۔

انھوں نے عالموں، درویشوں اور حاجت مندوں کے درمیان ایک ہی مجلس میں ایک ایک لاکھ درہم تقسیم کیے۔ ایک سو اشرفیوں سے لے کر ایک ہزار اشرفیوں تک مختلف علماء کے وظیفے مقرر تھے۔

خلیفہ نے اپنی رعایا کو عام اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اس سے بے تکلف دل کی بات کہہ لیا کریں رسمی بات کے کہنے میں جھجک محسوس نہ کریں۔

مسلمانوں کے اس خلیفہ میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ کوئی شخص اس کے کسی کام میں کوئی عیب نکال دیتا یا اس کے کسی کام پر نکتہ چینی کرتا تو وہ بڑی خوشی سے سنتے اور اپنے عمل سے ظاہر کرتے کہ انہوں نے اُس کو پورا کر دیا ہے اور خامی کو دُور کر دیا ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید کو ایک مرتبہ ایسی سخت پیاس لگی کہ ہونٹ خشک ہو گئے۔ بے چین ہو کر پانی مانگا ابھی پانی کا برتن منہ سے نہ لگایا تھا کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ نے بلند آواز سے کہا "اے ہارون اس وقت تک پانی نہ پینا جب تک میرے سوال کا جواب نہ دے دو" خلیفہ نے گھبرا کر دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ اے ہارون اگر تمہیں کسی جنگل میں پیاس لگے اور وہاں دور دور پانی کا نام و نشان نہ ہو اس وقت تم پانی تلاش کر کے لانے والے کو کیا انعام دو گے۔ خلیفہ نے جواب دیا

کہ آدھی سلطنت۔ بزرگ نے پھر دریافت کیا کہ اے ہارون خدا نخواستہ اگر تمہارا پیشاب رک جاتے اور تکلیف سے جان نکل رہی ہو تو ایسی تکلیف کا علاج کرنے والے کو کیا انعام دو گے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ آدھی سلطنت۔ اب بزرگ نے کہا اے امیر المومنین جب سلطنت کی قدر و قیمت صرف اتنی ہو تو اس کا لالچ کرنا اور آخرت سے بے خبر ہونا کہاں کی عقلمندی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ پانی پینا بھول گئے اور خوفِ الٰہی سے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے چہرہ اور کپڑے تر ہو گئے۔ ہارون کی زندگی میں یہ دن سب سے زیادہ غم کا شمار ہوتا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ایسے حکمران دنیا میں کم ہوئے ہیں۔ انہوں نے ۲۳ سال اور ۶ مہینے حکومت کی اور ۱۹۳ھ ہجری میں چوالیس سال کی عمر پاکر جان بحق

والے کو جان دے دی۔
اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ
عطا فرمائے۔

نیک دل حکمران

سلطان قطب الدین ایبک

قطب الدین ایبک ہمارے ان بادشاہوں میں سے ہیں جو مسلمانوں کے لئے انتہائی باعث فخر ہوتے اور اسلام کے سچے خادم ثابت ہوئے۔ ان کے اچھے کارناموں کے باعث ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اور دنیا انہیں ہمیشہ نیک نامی سے یاد رکھے گی۔

قطب الدین ایبک غلامی کے درجے سے بادشاہت کے مقام پر پہنچے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ وہ اس بلندی پر پہنچ کر بھی نہ اپنے اللہ سے غافل ہوئے نہ اللہ کے بندوں کو بھولے۔ مخدوم بن کر خادم بنے رہے۔ اس نیک دل حکمران نے بادشاہ ہو کر بھی اپنی رعایا کے ساتھ گھل مل کر زندگی

سُلطان قطب الدّین ایبک

گذاری۔

یہ چھٹی صدی ہجری کی بات ہے کہ قطب الدین ایبک ایک غلام کی زندگی بسر کر رہے تھے نیشاپور کے قاضی فخر الدین کی نظر راہ چلتے ان پر پڑ گئی۔ قطب الدین کی کمزور حالت دیکھ کر قاضی صاحب کو ان پر ترس آ گیا اور تھوڑی بہت قیمت دے کر ان کے آقا سے خرید لیا۔

آقا کو کیا خبر تھی کہ وہ کتنا بیش قیمت ہیرا کوڑیوں کے مول فروخت کر رہا ہے اور خود قاضی صاحب کو کیا پتہ تھا کہ ان کا یہ سیاہ رنگ معمولی شکل وصورت کا نو عمر غلام آگے چل کر کیا بننے والا ہے۔

قطب الدین ایبک نے اپنا بچپن نیشاپور ہی میں گذارا۔ مختلف مکتبوں اور مدرسوں میں تعلیم حاصل کی۔ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ ذہین اور سمجھدار تھے۔ انھوں نے نو عمری ہی میں کافی تعلیم حاصل کر لی۔ قاضی فخر الدین اپنے اس غلام سے بہت محبت کرتے تھے اور اچھی عادتوں کی وجہ سے

اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔

قاضی فخر الدین کا انتقال ہو گیا تو ان کا چھوڑا ہوا ورثہ اولاد میں تقسیم ہوا۔ قطب الدین بھی غلام ہونے کی وجہ سے وراثت کے مال کی طرح تھے۔ وہ قاضی صاحب کے ایک لڑکے کے حصے میں آئے۔ چونکہ رنگ سیاہ تھا اور شکل وصورت بھی اچھی نہ تھی، اس لئے قاضی صاحب کے اس لڑکے نے انہیں غلاموں کے ایک سوداگر کے حوالے کر دیا جو انھیں اپنے دوسرے غلاموں کے ساتھ خود شہر لے گیا اور غلاموں کی منڈی میں پہنچا دیا۔

سلطان شہاب الدین غوری کو کچھ غلاموں کی ضرورت تھی۔ اس نے غلام خریدتے وقت خاص طور پر ان کی طرف اشارہ کیا۔ نہ جانے سلطان کو ایبک کی پیشانی پر کیا لکھا ہوا نظر آیا کہ ان کو ایک بہت بھاری رقم دے کر خرید لیا۔

قطب الدین اپنے آقا کے انتہائی فرمانبردار غلام ثابت ہوئے۔ سلطان غوری ان کی اس خدمت گذاری

اور وفاداری سے بے حد خوش تھا۔ ایک دن سلطان اپنے غلاموں میں کچھ رقم انعام کے طور پر تقسیم کر رہا تھا۔ اس نے ایبک کو سب سے زیادہ انعام دیا۔ قطب الدین ایبک نے انعام کی پوری رقم ضرورت مندوں اور دربار کے دوسرے خادموں میں تقسیم کر دی۔

اس واقعہ سے سلطان غوری کو اور بھی یقین ہوگیا کہ قطب الدین لالچی نہیں۔ اس کی آنکھوں میں دنیا کی دولت بے حقیقت ہے۔ سلطان نے اپنے اس وفادار غلام کو اپنے بہت قریب کر لیا ابتداء میں غوری نے اپنے شاہی دسترخوان کا تمام انتظام ان کے حوالے کر دیا۔ پھر اپنے ہر ایک سفر میں انہیں اپنے ساتھ لے جانے لگا اور خاص معاملات میں ان سے مشورہ کرنے لگا۔

قطب الدین نے سلطان غوری کے ساتھ اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ تمام لڑائیوں میں آگے آگے رہے اور اپنی

دلیری اور بہادری کے ایسے جوہر دکھاتے کہ سلطان غوری حیران رہ گیا اور سلطان نے انہیں اپنی فوج کا ایک اعلیٰ افسر مقرر کر دیا۔

سلطان نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو قطب الدین اس وقت پوری فوج کے سپہ سالار تھے۔ جب سلطان غوری اپنے وطن واپس جانے لگا تو قطب الدین کو برصغیر میں اپنا نائب مقرر کر گیا اور تمام شاہی اختیارات اس کو سونپ کر گیا۔ قطب الدین نے قائم مقامی کا حق ادا کر دیا اور بہت سے شہر فتح کیے۔

سلطان قطب الدین نے دہلی کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ وہ ہر روز دو مرتبہ دربار لگاتے، لوگوں کے حالات دریافت کرتے ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے، مظلوموں کی فریاد سنتے، انکی تکلیفوں کو دور کرتے، مقدموں کے فیصلے کرتے اور فیصلوں میں کسی کی رُو رعایت نہ کرتے۔ قطب الدین کے نیک سلوک سے ہندو بھی خوش تھے۔ وہ ان کی

حکومت کے اچھے طور طریقوں کو دیکھ کر ان کے کامل فرماں بردار ہو گئے۔ بے شمار ہندوؤں نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔

سلطان غوری جب دوبارہ ہندوستان آیا تو قطب الدین پچاس ہزار گھوڑے سپاہی لے کر اس کے استقبال کے لئے پشاور تک گئے۔ سلطان نے ایبک کو سینے سے لپٹا لیا اور بڑی محبت سے ان کا ماتھا چوم لیا۔

بعض ہندو راجاؤں نے سلطان غوری کا راستہ روکنا چاہا۔ قطب الدین نے سلطان کو بتائے بغیر ان مخالفوں کا مقابلہ کیا اور انہیں بُری طرح مار بھگایا۔ ان مقابلوں میں اسے بہت سا مالِ غنیمت ملا۔ اس نے تمام کا تمام سلطان غوری کی خدمت میں لا کر رکھ دیا۔ تین سو ہاتھی ہاتھ آئے۔ اس نے یہ سب سلطان کے سامنے پیش کر دیئے۔ ان میں ایک سفید رنگ کا ہاتھی بھی تھا۔ یہ بہت قیمتی شمار ہوتا تھا۔ غوری نے وہ ہاتھی ایبک کو
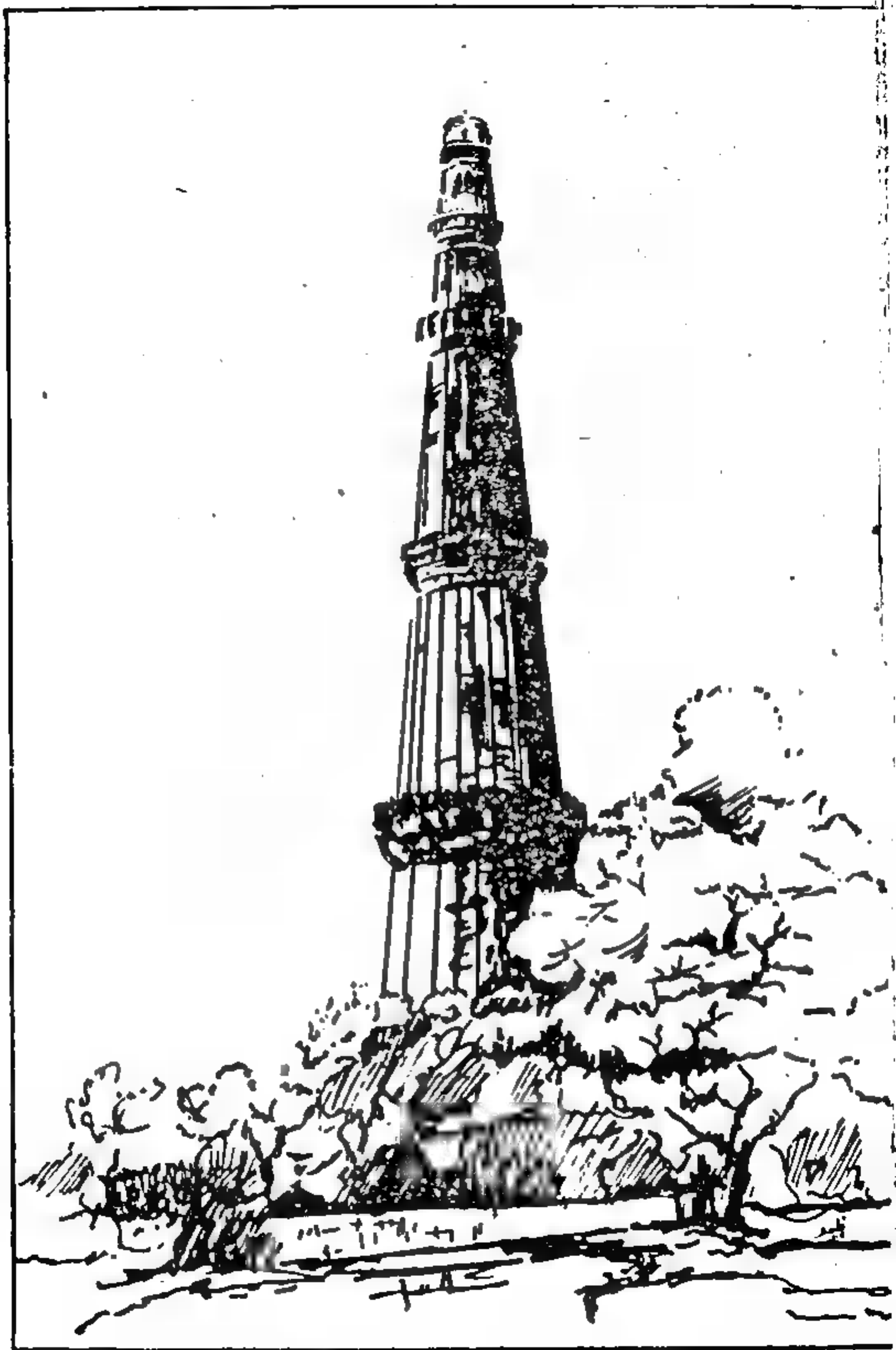
قطب مینار (دہلی)

بخش دیا اور سلطان غوری اس کے بعد ایبک کو
اپنا بیٹا کہہ کر پکارنے لگا۔ گجرات، کاٹھیا وار،
کالنجر، کالپی، بدایوں، میرٹھ، ہانسی، حصار اور
بہت سے دوسرے شہر قطب الدین کے ہاتھوں
فتح ہوئے۔

سلطان غوری کے زمانے میں قطب الدین ایبک
بیس سال تک ہندوستان پر حاکم رہے۔ سلطان غوری
کی وفات کے بعد خود مختار بادشاہ ہو گئے۔ وہ
جس طرف بڑھے انہیں کامیابی ہوئی۔ اجمیر میں
ایک ہزار ہندوؤں نے ان کے ہاتھ پر اسلام
قبول کیا۔

قطب الدین ایبک نے اپنی سلطنت کا دائرہ
پھیلانے سے زیادہ عوام کی خوشحالی کی طرف بہت
توجہ دی۔ ہر قوم کے ہر فرد کا خیال رکھا۔ مسجدیں
بنوائیں، دینی مدرسے قائم کئے، مسافر خانے
اور سرائیں تعمیر کرائیں۔ تمام ملک میں اُن کی
سخاوت کا شہرہ تھا اور اپنے زمانے میں

ہ بخش کے نام سے مشہور تھے۔ دہلی کا بلند منارہ
قطب کی لاٹھ کے نام سے مشہور ہے آج بھی
طب الدین کے بلند ارادوں کا پتہ دے رہا ہے۔
ن نیک دل نامور بادشاہ نے چار سال خودمختار
دشاہت کی اور ۶۰۷ھ میں لاہور میں چوگان کھیلتے
وئے زخمی ہوکر وفات پائی۔

ان کا مزار لاہور میں انارکلی کے قریب ایک سڑک
پر واقع ہے جو اب ایبک روڈ کہلاتی ہے۔

نامور فاتحین

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقّاص رضؓ
۲۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ
۳۔ سلطان صلاح الدین ایوّبی رحؒ
۴۔ سلطان محمود غزنوی رحؒ

مشہور فاتح

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور انیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے ۔ یہ زمانہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا ۔ ابھی صرف آٹھ یا نو خوش نصیبوں کو اسلام کا شرف حاصل ہوا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی کوشش سے حضرت سعدؓ کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی ۔ حضرت سعد کا خاندان کفر اور شرک میں بہت پکا تھا ۔ ان کی والدہ بیٹے کے مسلمان ہونے پر سخت ناراض ہوئیں ۔ ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا خود کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ۔ اور اپنا تمام سکھ آرام کھو دیا ۔

یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان کا بیٹا کسی طرح اسلام چھوڑ دے اور پھر کفر کی طرف لوٹ

آئے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سعدؓ ثابت قدم رہے۔ اسلام کے اس ابتدائی دور میں مکہ کے کافروں کی پوری کوشش رہی کہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ کے قریب بھی نہ آنے دیں۔ اگر کوئی مسلمان یہاں نماز پڑھتا نظر آتا تو اس کو طرح طرح سے ستاتے اور پریشان کرتے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اس لئے وہ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرتے اور نماز ادا کرنے کے لئے پہاڑوں میں چلے جاتے۔ حضرت سعدؓ ایک دن کسی پہاڑ کی گھاٹی میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کہ اس طرف سے چند شریر لوگوں کا گذر ہوا۔ حضرت سعدؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر ہنسنے لگے اور کھڑے ہو کر خوب مذاق اڑایا۔ آپ کو کافروں کی یہ شرارت بہت ناگوار معلوم ہوئی اور ان کی اسلامی غیرت نے مشرکوں کی یہ حرکت برداشت نہ کی۔ قریب ہی اونٹ کی ایک خشک بھاری ہڈی پڑی تھی۔ انہوں نے وہ ہڈی اٹھائی اور اتنی

اسلام کے ابتدائی زمانے میں خطاطی کا ایک نمونہ

زور سے کافروں پر پھینکی کہ ان کے ایک ساتھی کا سر پھٹ گیا اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ وہ شریروں کا ٹولہ اپنے زخمی ساتھی سمیت گھبرا کر بھاگ گیا۔ مکہ کے کافروں نے اپنی زیادتیوں اور شرارتوں سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تھی آخر کار اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم کے مطابق مسلمانؓ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ لیکن مشرکین مکہ نے وہاں بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کبھی جنگ کی دھمکی دیتے کبھی چوری چھپے رات کو مسلمانوں کے ٹھکانوں پر حملہ کرتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان حالات کو دیکھ کر صحابہ کو ہدایت کر دی تھی کہ دشمنوں سے خبردار رہیں اور رات کو باری باری اپنے ساتھیوں کا پہرہ دیا کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود بھی جاگتے اور سب طرف دھیان رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایک دن تاکید

فرمائی کہ آج رات کوئی باہمت اور دلیر شخص اپنے
ساتھیوں کا پہرہ دے۔ حضرت سعدؓ نے کھڑے
ہو کر عرض کیا۔ کہ آج رات میں پہرہ دوں گا۔
چنانچہ آپ نے اپنے ہتھیار سنبھالے اور تمام
رات پہرہ دیتے رہے۔ جنگِ بدر اور جنگِ اُحد
سے پہلے کی بات ہے کہ ایک مرتبہ کافروں کا
ایک گروہ مسلمانوں پر اچانک حملے کے ارادے سے
گھوم رہا تھا۔ حضرت سعدؓ کی نگاہ پڑی تو انہوں
نے ترکش سے تیر کھینچا اور کمان میں رکھ کر چلایا
اور ایک کافر کے جسم میں پیوست کر دیا۔

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے
اپنے زمانے میں ایران اور عراق کی فتح کے لئے
فوج روانہ کی تو اس اسلامی لشکر کا سپہ سالار
حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
کو مقرر فرمایا۔ حضرت سعد مجاہدین اسلام کا ایک
بھاری لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ پہلا پڑاؤ قدسیہ
کے مقام پر فرمایا اور یہیں سے مسلمانوں کا ایک وفد

شاہِ ایران کی طرف بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ اسلام قبول کر لے تیرا تخت و تاج محفوظ رہے گا۔ اور اگر خدا اور خدا کے رسول کا کہا نہ مانا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ یا سرکشی کا ارادہ کیا تو ہم تیرے ساتھ جنگ کریں گے۔ تجھے ذِلت آمیز شکست دیں گے اور تیری سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

ایران کے بادشاہ نے مسلمانوں کی سیدھی سادی حالت دیکھ کر انہیں حقیر سمجھا اور اسلام کی دعوت سُن کر بہت ناراض ہوا اور حکم دیا کہ ان قاصدوں کے سر پر مٹی کا ایک ٹوکرا رکھ دو اور دربار سے نکال دو۔ مسلمانوں نے مٹی کے ٹوکرے کو نیک شگون سمجھا اور وفد واپس آگیا۔ اور اپنے سپہ سالار سے کہا کہ ایران کے بادشاہ نے اپنی زمین ہمارے حوالے کر دی ہے۔ حضرت سعدؓ نے جنگ کا فیصلہ فرما لیا اور قادسیہ کو محاذ بنایا اور مورچے قائم کرنے کے لئے حکم دے دیا۔ ایرانیوں کے

ساتھ مقابلہ شروع ہو گیا اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی ۔ ایرانی فوجوں نے اپنے دستور کے مطابق آگے ہاتھی رکھے ۔ مسلمانوں کے پاس اونٹ اور گھوڑے تھے ۔ اونٹ ہاتھیوں کو دیکھ کر بدکنے لگے ۔ دوسرے دن جنگ شروع ہونے سے پہلے مسلمانوں نے اپنے سپہ سالار سے ہدایت حاصل کی اور اونٹوں کے سروں پر لمبی لمبی چادریں لٹکا دیں ۔ اونٹوں کی لمبی لمبی سونڈوں اور اس عجیب و غریب شکل کو دیکھ کر ہاتھی بھڑک اٹھے، مڑ کر اپنی فوج پر چل پڑے اور بے شمار سپاہیوں کو روند ڈالا ۔ اس سے دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی ۔ اور ہر طرف ابتری پھیل گئی ۔ حضرت سعدؓ نے اسلام کے مجاہدوں کو حکم دیا کہ سواریوں سے کود پڑو اور ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹ ڈالو ۔ سپہ سالار خود آگے آگے تھے اور ہر طرف سے مخالف لشکر پر حملے کر رہے تھے ۔ ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کا سپہ سالار بھاگ کھڑا ہوا ۔ ایک

مسلمان مجاہد نے اس بھگوڑے کو راستے ہی میں گھیر لیا اور تلوار سے اس کا سر کاٹ دیا۔ قادسیہ کے میدان میں مسلمانوں کو مکمل فتح نصیب ہوئی۔ حضرت سعدؓ نے اسلامی لشکر کو عراق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور مدائن پر جو ایران کا دارالسلطنت تھا، حملے کا فیصلہ کر لیا۔ راستے میں دریائے دجلہ تھا۔ عراقی فوجوں نے مسلمانوں کو آگے بڑھتا دیکھا تو دریائے دجلہ کے تمام پل توڑ ڈالے کہ کہیں مسلمانوں کا لشکر دریا پار کرکے شہر میں داخل نہ ہونے پائے۔ حضرت سعدؓ نے دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچ کر ایک پرجوش تقریر کی۔ جس سے مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ گھوڑے دریا میں ڈال دو

سب سے پہلے حضرت سعدؓ اللہ کا نام لے کر دریا میں کود پڑے۔ آپ کا گھوڑا کشتی کی طرح دریا میں تیر رہا تھا۔ تمام اسلامی

لشکر نے اپنے سپہ سالار کے ساتھ ساتھ دریا میں
چھلانگیں لگا دیں اور باتیں کرتے کرتے دریا کو
پار کر گئے ۔ عراق کی فوج اسلامی مجاہدوں کی یہ
دلیری دیکھ کر دنگ رہ گئی اور اونچی آواز سے
سب چلانے لگے کہ یہ انسان نہیں بلکہ دیو ہیں۔
اور مقابلہ کئے بغیر میدان چھوڑ گئے ۔ مدائن پر
مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور تمام عراق میں اسلامی
حکومت قائم ہو گئی ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر فاروق (رضی
اللہ تعالیٰ عنہ) کی زندگی بھر پورے عراق کے
گورنر رہے ۔ مسلمانوں کے عمل اور نیک سلوک
سے بے شمار عراقی مسلمان ہو گئے تھے ۔ حضرت
سعدؓ تین سال تک عراق کی حکومت بہت اچھی
طرح چلاتے رہے ۔ اس کے بعد مدینہ منورہ
واپس آ گئے ۔ بستی کے باہر سکونت اختیار کر
لی اور اپنا بیشتر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت،
ذکر الہٰی اور کلام الہٰی کی تلاوت میں گذارتے

۵۵ھ میں ستر سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

کامیاب فاتح

حضرت عمرو بن العاصؓ

عمرو بن العاصؓ مکہ مکرمہ میں نبوت کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان عرب کا ایک مشہور خاندان تھا۔ تقریر کے فن اور شعر و شاعری میں اس خاندان نے بڑا نام پیدا کیا۔ تجارت اور سوداگری ان کا پیشہ تھا۔

عمرو بن العاصؓ نے بچپن ہی میں تجارت کا تجربہ حاصل کر لیا۔ یمن سے چمڑا خریدتے اور ملک حبشہ میں لے جا کر فروخت کرتے۔ وہاں سے عنبر اور قسم قسم کے عطر خریدتے اور ملک

شام میں جاکر بیچتے اور یہاں سے خشک میوے کشمش، انجیر، منقیٰ وغیرہ خرید کر مکہ میں لاتے۔ مسلمانوں نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ مکہ کے کافروں کی طرف سے سفیر بن کر حبشہ گئے۔ تجارت اور سوداگری میں مشہور ہونیکی وجہ سے بادشاہ حبشہ ان کو جانتا تھا۔ انہوں نے اس واقفیت سے فائدہ اٹھایا اور بادشاہ سے کہا کہ " ہمارے شہر کے کچھ باغی آپ کے ملک میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ لیکن شاہِ حبشہ نے ان کی درخواست منظور نہ کی۔

صلح حدیبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی کیا میرے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا " اے عمرو اسلام تو کفر کے زمانے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۶ ھ میں مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کو خطوط کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ عمرو بن العاصؓ کو ایک ایسا ہی دعوت نامہ دے کر عمان کے حاکم کی طرف روانہ کیا۔ آنحضرتؐ کا خط آپ نے شاہِ عمان کو دیا۔ اس نے خط پڑھا اور کہا کہ کل جواب دونگا۔ شاہِ عمان نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے بادشاہ کو اسلام قبول کرنے سے روکا۔ حضور کے معزز قاصد نے اپنی میٹھی گفتگو سے بادشاہ کے چھوٹے بھائی کو راضی کر لیا اور وہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس نے اپنے بھائی شاہ جیفر کو بھی اسلام کی خوبیاں سمجھائیں چنانچہ دونوں بھائی مسلمان ہو گئے۔ عمرو بن العاصؓ آنحضرتؐ کے حکم کے مطابق عمان ہی میں رہنے لگے اور یہاں کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ منورہ بھیجتے رہے۔

صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں

انہیں مدینہ منورہ واپس بلا لیا اور لشکر کا سپہ سالار بنا کر زکوٰۃ کے منکروں اور مرتدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی ارزانی فرمائی

عمرو بن العاص دمشق، فلسطین، بیت المقدس اور شام کی تمام جنگوں میں پیش پیش رہے۔

فسطاط کا قلعہ اپنی بلندی اور مضبوطی میں مشہور تھا۔ آپ ننگی تلوار لے کر قلعے کی دیوار پر چڑھ گئے۔ آپ کی فوج مدد کے لئے ساتھ تھی چنانچہ ایک ہی بھرپور حملے میں قلعہ فتح کر لیا۔ عمرو بن العاصؓ نے فاروق اعظمؓ سے اسکندریہ پر حملے کی اجازت چاہی۔ امیر المومنین نے اجازت دے دی۔ اسکندریہ مصر کا پرانا شہر تھا۔ اس جگہ ایک بہت بڑا گرجا تھا۔ رومی اس شہر پہ جان قربان کرتے تھے۔ مقابلے کے لئے لاکھوں رومی جمع ہو گئے۔ اس جنگ میں پادریوں اور تمام راہبوں نے بھی حصہ لیا۔ لڑائی دو سال تک جاری رہی۔

عمرو بن العاصؓ نے اور آپؓ کے ساتھی صحابہؓ نے اپنے اچھے سلوک اور عمدہ اخلاق سے مصریوں کے دل موہ لئے تھے۔ مصریوں نے مسلمانوں سے خفیہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ رومیوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ لڑائی کافی لمبی ہوگئی تھی۔

فاروق اعظمؓ نے اسلام کے اس بہادر سپہ سالار کو خط لکھا، جس کا خلاصہ یہ تھا "میرا خیال ہے کہ مسلمان رومیوں کی طرح آرام طلب ہو گئے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی ملنے کی وجہ سے جنگ میں سست پڑ گئے ہیں۔ انہیں میرا خط پڑھ کر سناؤ اور جہاد کی فضیلت بیان کرو" حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر المومنین کا خط فوج کو پڑھ کر سنایا اور اسلامی لشکر کے سامنے پر جوش تقریر کی۔ اسلام کے مجاہد اپنے سپہ سالار اور امیرالمومنین کا فرمان سن کر جوش میں آ گئے اور ایسا بھر پور حملہ کیا کہ اسکندریہ کو فتح کر لیا۔ اس کامیابی کے بعد تمام مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ فاروق اعظمؓ کے پورے دور خلافت میں آپ

مصر پر گورنر رہے۔ آپکی آخری زندگی عبادت اور ذکر الہٰی میں گذری۔ طبیعت میں بڑی تواضع اور عاجزی تھی۔ آخرت کے فکر میں بہت روتے تھے۔ یکم شوال ۴۳ھ کو اسّی سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔

نامور فاتح

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ۱۱۳۸ء میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ان کا نام یوسف رکھا تھا۔ ان کے والد کا نام نجم الدین ایوب تھا۔ بغداد کے گورنر نے نجم الدین کو ایک قلعے کا محافظ مقرر کر دیا تھا۔ یہ قلعہ دریائے دجلہ کے قریب تھا۔ نجم الدین ایوب اپنے خاندان سمیت اس قلعے میں رہنے لگے۔ یہیں نجم الدین کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جو بڑا ہو کر نامور فاتح بنا۔ خدا کی شان دیکھو کہ جس دن اس لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ اسی دن نجم الدین ایوب کو ان کے عہدے سے الگ کر دیا گیا اور انہیں قلعہ خالی کرنیکا حکم ملا۔ نجم الذین کے بعض رشتے داروں

نے بدشگونی کے طور پر کہا کہ یوسف ایک نحس بچہ ہے کہ اس کے پیدا ہوتے ہی باپ کی ملازمت ختم ہو گئی اور تمام گھر والوں کو قلعہ سے نکلنا پڑا۔ کسی کو کیا پتہ تھا کہ یہ ہی بچہ بڑا ہوکر سلطان صلاح الدین ایوبی کے نام سے مشہور ہوگا اور تمام دنیا میں نام پیدا کرے گا اور تاریخ لکھنے والے اس سلطان کو بیت المقدس کا فاتح قرار دیں گے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی بچپن ہی سے بہادر اور دلیر تھا۔ ہوشیار اور عقلمند تھا۔ جب اس کی عمر تیس برس کی ہوئی تو مصر کے خلیفہ نے اسے فوج کا افسر اعلیٰ بنا دیا اور تمام فوجی انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ سلطان کی اس ترقی سے دوسرے تمام امیر وزیر جلنے لگے۔ لیکن سلطان نے اپنے اچھے اخلاق اور نیک سلوک سے مخالفوں کو بھی اپنا بنا لیا۔ سلطان صلاح الدین بچپن ہی سے نیک اور پرہیزگار تھے۔ طبیعت

محمود غزنوی

میں بڑی عاجزی تھی ۔ اتنے بڑے عہدے کے باوجود کبھی ان کے دل میں غرور پیدا نہ ہوا ۔ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی ہمت اور دیانت داری سے پورا کیا ۔ دنیاوی عیش و آرام سے انہیں ہمیشہ نفرت رہی ۔ سلطان صلاح الدین چونکہ فوج کے افسر اعلیٰ تھے ۔ انہوں نے اپنی فوج کی طاقت کو خوب بڑھایا ۔ انہیں خوب تربیت دی اور میدانِ جنگ کا مرد بنا دیا اور اپنے اسلامی لشکر کے دل میں جہاد کا شوق پیدا کیا ۔

اس زمانے میں بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ تھا اور عیسائیوں نے مسجد اقصٰی کو اپنی مذہبی عبادت گاہ بنا لیا تھا ۔ صلاح الدین کو اس بات کا دُکھ تھا کہ وہ مقدّس جگہ جو اللہ تعالےٰ کے نبیؑ نے صرف خدا کی عبادت کے لئے تعمیر کی تھی ۔ اس کو عیسائی گرجا کہہ کر پکارتے تھے ۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں سے

سخت لڑائیاں لڑیں۔ شدید مقابلے کئے اور بیت المقدس کو ان کے قبضہ سے آزاد کرا لیا۔ صلیب کی پوجا کرنے والوں نے مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور دوسری مسجدوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بیت المقدس اور دوسری مسجدوں کی شکل تک بدل ڈالی تھی۔ سلطان صلاح الدین نے تمام مسجدیں عیسائیوں کے قبضے سے واپس لے لیں۔ اور مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ عیسائی ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں۔ اور جہاں بھی انہیں موقع ملا، انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی باز نہیں رہے۔ مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ جمایا۔ مسلمانوں کا مال و متاع لوٹا اور مسلمان قیدیوں کے ساتھ ہمیشہ برا سلوک کیا۔ اس کے برعکس جو عیسائی سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں گرفتار ہوتے، انہوں نے قیدیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ جب تک وہ مسلمانوں کی قید میں رہے، انہیں ہر طرح کا آرام پہنچایا اور تمام ضرورتیں پوری کیں۔

قیدیوں میں جو لوگ بڑے بڑے دولتمند تھے، ان سے جنگی نقصانات کا تاوان ضرور وصول کیا۔ پندرہ سولہ ہزار کے قریب جو قیدی غریب اور معذور تھے، انہیں بالکل معاف کر دیا۔ عیسائیوں میں وہ لوگ جو صلح پسند تھے، مسلمانوں سے لڑنا پسند نہیں کرتے تھے اور مسلمانوں کے زیر نگیں رہ کر پر امن زندگی بسر کرنا چاہتے تھے، انہیں بھی آزاد کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس پر اپنا قبضہ مکمل اور مضبوط کرنے کے بعد شہر صور کی طرف رخ کیا۔ یہاں بھی عیسائیوں نے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا تھا۔ وہ اسلام کے نام لینے والوں کو طرح طرح سے ستاتے اور دکھ پہنچاتے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اسلامی لشکر لے کر آگے بڑھے۔

سلطان نے جانچ لیا کہ عیسائیوں نے اپنی حفاظت کی تمام تدبیریں مکمل کر لی ہیں کہ مسلمان فوج آسانی سے شہر میں داخل نہ ہو سکے عیسائیوں

کی ہتھیار بند فوج مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تیار کھڑی ہے۔ صلاح الدین نے بھی اپنی مدد کے لئے مصر سے بحری فوج طلب کی۔ مسلمانوں کی فوج بہت کم تھی اور مقابلہ بہت سخت تھا۔ سلطان کو اپنی فوج بچانے کے لئے کچھ پیچھے ہٹنا پڑا اور فوجوں کو از سرِ نو مرتب کیا اور ان میں اضافہ بھی کیا۔

سلطان کو اس بات کا بھی فکر تھا کہ کہیں موقع پاکر عیسائی دوبارہ بیت المقدس پر قبضہ کے لئے حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے کہ عیسائی بیت المقدس ہاتھ سے نکلنے کے بعد ابھی تک چین سے نہ بیٹھے تھے۔ خاص طور پر انگریز پادریوں نے بہت واویلا مچا رکھا تھا۔ شہر شہر جلسے کر رہے تھے۔ جلوس نکال رہے تھے۔ ارد گرد کے عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بن آئے، بیت المقدس پر ان کا قبضہ دوبارہ ہو جائے۔ ایک بار پھر سے عیسائی مسلمانوں کے خلاف مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور

زور شور سے جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ پورے یورپ کی عیسائی فوجیں حرکت میں آ گئیں۔

تین ملکوں کی فوجیں بہت طاقت ور تھیں۔ رومیوں کی مسلح فوج فرانس کا ہتھیار بند لشکر اور شاہِ انگلستان رچرڈ کے تجربہ کار سپاہی یہ سب مل کر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے میدان میں آ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کی تعداد کم تھی۔ جنگی سامان اور جنگی ہتھیار بھی تھوڑے تھے لیکن صلاح الدین ایوبی نے اپنی دانشمندی اور جنگ کے تجربہ سے فوج کو بہت اچھے اور عمدہ طریقے سے ترتیب دی اور بیک وقت چاروں طرف سے حملہ آوروں پر دھاوا بول دیا۔ سلطان جو فوج کے آگے آگے دشمن سے لڑ رہے تھے، انہوں نے انگلستان کے شہنشاہ رچرڈ کو جو فوج کا کمانڈر تھا، زخمی کر دیا اور اس کے گھوڑے کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ رچرڈ پیدل لڑنے پر مجبور ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بلند حوصلہ، بہادر اور سخی تھے۔ اسی وقت رچرڈ کو ایک مضبوط اور عمدہ گھوڑا دیا کہ وہ اس

مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا ایک منظر

پر بیٹھ کر سلطان سے مقابلہ کرے۔ رچرڈ کے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ پھر بھی رچرڈ سلطان کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکا۔ صلاح الدین کی فوج تھک چکی تھی۔ اس لئے کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔ سلطان عام حالات میں بھی آرام طلبی سے نفرت کرتا تھا۔ جنگ کے دوران میں آرام کرنا سلطان کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا۔ اسلامی لشکر کا یہ آرام مسلمانوں کے حق میں مفید نہ ہوا۔ اور کچھ دنوں کے لئے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن پھر بھی ان کا خواب پورا نہ ہو سکا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے پچپن سال کی عمر میں ۴ مارچ ۱۱۹۳ء کو وفات پائی۔ سلطان کی جائداد صرف ایک تلوار تھی جو اس کی وفات کے بعد اس کی قبر میں رکھدی گئی۔

فاتح سومنات

سلطان محمود غزنویؒ

سلطان محمود غزنوی ۳۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ناصرالدین تھا جو سبکتگین کے نام سے مشہور تھے اور اپنے زمانے کے نامور بادشاہ تھے۔ محمود غزنوی کو بادشاہت ورثہ میں ملی۔ اس تخت و تاج میں نیکی اور اچھے اخلاق کے وہ سچے موتی ٹانکے جو کبھی فنا نہ ہوں گے اور ان کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔

محمود غزنوی اسلام کا مجاہد اور مسلمانوں کا سچا خادم تھا۔ انہوں نے اپنے ایمان کی طاقت اور ہمت سے اللہ کے دین کی خدمت کی، اپنی زبان اور اپنے کاموں سے حق کی آواز کو لوگوں تک پہنچایا اور ایک بار پھر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

کے کارناموں کو اپنے عمل سے دہرایا۔

برصغیر میں بت پرستی اور بت گری کا زور تھا۔ محمود ان برائیوں کو ختم کرنے کے لئے بار بار ہندوستان آیا۔ شرک اور کفر کی طاقتوں سے مقابلہ کیا اور ان کی قوتوں کو توڑا اور توحید کا چراغ روشن کیا۔

ہاتھ سے پتھر کی مورتیاں تراشنا، مٹی کے بت بنانا اور اُن کے آگے ہاتھ جوڑنا، ماتھا ٹیکنا عقلمند آدمی کے نزدیک ہرگز اچھی بات نہیں ہوسکتی۔ یہ حرکتیں انسانی تہذیب اور اس کی شان کے خلاف ہیں۔ پتھروں اور جانوروں کو پوجنا انسانیت کے چہرے کا بد نما داغ ہے۔ ان تمام داغ دھبوں کے دھونے اور مٹانے کا سہرا سلطان محمود غزنوی کے سر ہے۔

اس مجاہد فاتح کا ایمان صرف اللہ اور اس کے رسولؐ پر تھا۔ خدا کے سوا کسی کی بندگی اسے گوارا نہ تھی، بت پرستی سے اُسے سخت نفرت تھی۔ اس لئے اس نے نہ صرف پتھر کے بت توڑے بلکہ جو بت پرست مقابلے پر آیا اسکی گردن بھی مروڑی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی

سلطان محمود پر یہ الزام بھی بالکل بے بنیاد اور غلط ہے کہ وہ لالچی تھا محض دولت لوٹنے کے لیئے حملے کرتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ محمود کو نہ مال کا لالچ تھا نہ اسے شہرت کی ضرورت تھی۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے پتھر کی مورتیوں کی آنکھیں نکالنے اور ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کے کان ناک کاٹنے کے لئے اس نے بار بار حملے کئے۔ اور بت پرستوں کی گردنیں نیچی کرنے کے لئے جنگیں کرنا پڑیں۔ اس غرض کے لئے بت پرست راجاؤں سے بار بار مقابلے ہوتے۔ اور سلطان محمود غزنوی نے شکستوں پر شکستیں دے کر بت پرست حاکموں کی کمر توڑ دی۔ محمود غزنوی نے مخالفوں کے ساتھ جنگ کر کے باطل کی طاقت کو توڑا اور ہزاروں کافر اور مشرک سپاہی گرفتار کئے۔

جنگ کے دوران میں جہاں جہاں بت خانے نظر آتے سب کو ڈھایا۔ بتوں کو منہ کے بل اوندھا گرایا۔ سومنات کا مندر ہندوستان کا سب سے بڑا

اور مشہور بت خانہ تھا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شرارت اور مخالفت کا گڑھ تھا۔ اس میں چاندی سونے سے ڈھالی ہوئی مورتیوں کے آنکھ، ناک، کان، ہیرے اور جواہرات کے تھے۔ اس میں چاندی اور سونے کے بنے ہوئے بت تھے۔ اس بت خانے میں بے پناہ دولت چڑھاوے کے طور پر آتی تھی۔

سومنات کے پجاریوں کو ہندوستان کے تمام بت خانوں کی تباہی اور بربادی کا پتہ تھا۔ وہ سلطان محمود کا نام سن کر لرزتے تھے لیکن سومنات کے مہاتما اپنے اپنے چیلوں میں بیٹھ کر ڈینگیں مارتے تھے اور اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ سومنات بھارت ماتا کے بتوں سے بہت ناراض تھا اس لئے وہ تمام بت اور بت خانے تباہ ہو گئے۔ محمود غزنوی نے اگر سومنات کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا تو وہ اس کو تباہ و برباد کر دے گا۔

یہ باتیں پھیلتے پھیلتے سلطان محمود غزنوی کے کانوں تک جا پہنچیں۔ خدا پر بھروسہ رکھنے والے

اس خدا پرست مجاہد نے اسی وقت دل میں ٹھان لی کہ سومنات کے مہنتوں پر ان کے جھوٹے دعووں کا پول کھول دیا جائے اور دنیا پر ثابت کر دیا جائے کہ سچی طاقت صرف ایک اللہ کی ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔ سلطان محمود کو اس بات کا پورا پتہ بھی نہ تھا کہ سومنات میں کتنی دولت جمع ہے۔ کتنے سونے چاندی سے ڈھلے ہوئے بت ہیں اور اس مندر میں کس قدر ہیرے جواہرات ہیں۔ اس کے دل و دماغ میں اس کے سوا اور کوئی بات نہ تھی کہ بت پرستوں کے غلط اور باطل خیالات کو جھوٹا کر کے دکھا دیا جائے اور بت پرستی کا خاتمہ ہو جائے۔

سلطان محمود غزنی سے آندھی کی طرح چلا اور طوفان کی طرح سومنات پر چڑھائی کی اور ہلکی سی ٹکر سے سومنات اور اس کے تمام چھوٹے بڑے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بت شکن کو انعام کے طور پر بے اندازہ دولت اور

مالٔ عطا فرمایا۔ غزنوی نے تمام سونا، چاندی، ہیرے جواہرات اور بے کار پڑا ہوا سرمایہ اکٹھا کیا اور غزنی لے گیا لیکن نہ زمین میں دفن کیا نہ تجوریوں میں بند کیا بلکہ ضرورت مندوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور اس جہاد میں حصہ لینے والے مجاہدوں میں بانٹ دیا۔

بھارت کے بت پرست محمود غزنوی کے صرف اس لئے دشمن تھے اور ہیں کہ وہ اللہ کے دشمنوں کا دشمن تھا اور وہ تمام جہان کے لئے رحمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پر عمل کر رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کو اپنے سامنے تڑوایا اور توڑا اور شرک اور کفر کی طاقتوں کو چکنا چور کر دیا تھا۔

سلطان محمود نے صرف علاقے ہی فتح نہ کئے اور حکومت ہی نہ کی بلکہ جگہ جگہ مدرسے اور مسجدیں بنوائیں، مفت تعلیم کا انتظام کیا اور طالب علموں کے

لئے معقول وظیفے مقرر کیئے۔

سڑکیں بنوائیں نہریں کھدوائیں، مسافر خانے اور سرائیں تعمیر کروائیں، کتب خانے کھولے۔ ان میں قیمتی کتابیں جمع کیں۔

محمود غزنوی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ حکمران تھا۔ اہل علم کی بہت قدر کرتا تھا۔ اسے شعر و شاعری سے بھی بہت دل چسپی تھی۔ شاعروں کی بہت قدر کرتا اور اچھے شعر کہنے والوں کو بڑے بڑے انعام دیتا۔ محمود غزنوی کی خواہش تھی کہ کوئی اچھا شاعر ایران کی "تاریخ" لکھے۔ جس میں ایران کے شہنشاہوں، طاقتوروں کا ذکر ہو اور ایرانی زور آوروں کا بیان ہو۔ محمود غزنوی نے کئی شاعروں کے سپرد یہ کام کیا مگر وہ نباہ نہ سکے۔

سلطان محمود غزنوی آخری عمر میں بیمار ہو گیا۔ بیماری کے باوجود وہ دربار میں آتا۔ یہاں تک کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ اس کے باوجود دربار میں آتا۔ لوگوں کے مقدمات سنتا، فیصلے کرتا

ضرورت مندوں کی بات سنتا اور ان کی ضرورتیں پوری کرتا۔

دو سال برابر بیماری کی حالت میں گذارے۔ ۲۲۴ھ میں تریسٹھ سال کی عمر پاکر جمعرات کے دن انتقال کر گیا۔

عظیم سپہ سالار
۱۔ حضرت ابو عبیدہؓ
۲۔ حضرت خالد بن ولیدؓ
۳۔ محمد بن قاسم
۴۔ طارق بن زیاد

عظیم سپہ سالار

حضرت ابوعبیدہؓ

عربوں میں رواج تھا کہ وہ نام کے بجائے اپنی کنیت سے پکارے جاتے تھے۔ کنیت کا رواج عرب میں اب بھی ہے۔ یہ نام باپ یا اولاد کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ ہمارے اس عظیم فاتح کی کنیت ابوعبیدؓ تھی۔ اصل نام عامر تھا۔ جراح ان کے دادا کا نام تھا۔ اپنے دادا کی نسبت سے یہ بزرگ صحابی ابن الجراح کے نام سے مشہور ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اعلان نبوت کے ابتدائی زمانے ہی میں دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے تھے۔ ان کا نام صدیق اکبر کی تبلیغ سے ایمان لانے والوں میں شامل ہے۔ مسلمانوں کو مکہ کے کافر بہت ستاتے تھے۔ چنانچہ انہیں بھی طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں

گئیں۔ جب مکہ کے قریش کی زیادتیاں حد سے بڑھ گئیں، ابو عبیدہ حضورؐ کی اجازت حاصل کر کے حبشہ ہجرت کر گئے۔ آپ نے دوسری بار مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ اس طرح آپ کو دو مرتبہ اللہ کے راستے میں ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی۔

مدینہ منورہ میں حضرت مُعاذؓ بن جبل آپ کے دینی بھائی بنے اور یہ بھائی چارہ خون کے رشتوں سے زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔ اس بھائی چارہ کو عربی میں مُؤاخاۃ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ اُن ۳۱۳ بلند مرتبہ صحابیوں میں شامل ہیں، جو اسلام کی پہلی جنگ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دل میں ان بدری صحابہ کی بہت قدر و منزلت تھی۔ ابو عبیدہ جنگِ بدر کے غازیوں کی پہلی صف میں رہے۔

غزوۂ خندق، فتح مکہ، غزوہ حنین اور طائف کے موقعوں پہ حضرت ابو عبیدہؓ نے بے مثال خدمات انجام دیں اور قابل فخر قربانیاں پیش کیں۔ آپ

حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر بھی حضورؐ کے ساتھ
ساتھ رہے۔ ختم المرسلینؐ کی وفات کے بعد صحابہ
کرام میں خلافت کے مسئلے پر بحث شروع ہو گئی۔
اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ نے بڑی جرأت سے
کام لیا۔ مدینہ کے انصار کو مخاطب کرکے فرمایا:
'اے انصار! مہاجرین مکہ کی سب سے پہلے تم نے
مدد کی۔ سب سے پہلے تم نے انہیں سینے سے لگایا
اے انصار! آج بھی مہاجرین کے حق اور ان کے
رتبے کا خیال رکھو۔ اس نازک موقع پر تم اختلاف کے
بانی نہ بنو۔

انصار پر آپ کی گفتگو کا گہرا اثر ہوا اور خلافت
کے مسئلے پر سب متفق ہو گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی وفات
کے بعد طرح طرح کے فتنے سر اٹھانے لگے تھے۔

ایک طرف نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے
سر اٹھایا۔ دوسری طرف کچھ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے اور
بیت المال میں جمع کرنے سے انکار کرنے لگے۔

منافق کھلم کھلا اسلام کے خلاف ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی سب سے پہلے ان فتنوں کا خاتمہ کیا۔ جب ان شر پھیلانے والوں کی سرکوبی سے فارغ ہوئے تو آپ نے فتوحات کی طرف توجہ فرمائی۔ اللہ کے دین کو عام کرنے اور اسلام کی روشنی دور دور تک پھیلانے کی نیت سے پیش قدمی کا ارادہ فرمایا اور اس غرض کے لئے مسلمانوں کا لشکر تیار کیا۔ ان مجاہدوں کی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک جماعت پر علیحدہ امیر مقرر فرمایا۔ عمرو بن العاصؓ کو فلسطین کی طرف بھیجا۔ یزید بن ابو سفیانؓ کو اردن کی جانب اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو حمص کی طرف روانہ کیا۔ یہ ملک شام کا ایک اہم شہر تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے دونوں لشکروں کے سرداروں کو حکم دیا کہ ضرورت پڑنے پر ابوعبیدہ سے مشورہ حاصل کریں۔ اگر کسی وقت کہیں تینوں لشکر جمع ہو جائیں تو حضرت ابوعبیدہؓ سب کے سپہ سالار ہوں گے۔ صدیق اکبر کی آرزو تھی کہ ان

کی زندگی میں تمام ملک شام پر اسلام کا پرچم لہرائے اس مہم کے لئے جو فوج روانہ کی گئی اس کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی۔ اس کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ تھے۔ مسلمانوں کے مقابلہ پر دشمن کی فوج میں ایک لاکھ مسلح سپاہی تھے۔ دشمن کی فوج اپنی تعداد اور اپنے سازو سامان پر مغرور تھی۔ ان کا گمان تھا کہ مسلمانوں کو ختم کر دیں گے اور نام و نشان مٹا دیں گے۔

مسلمانوں کا بھروسہ صرف ایک اللہ کی ذات پر تھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین تھا۔ اسلامی لشکر اپنے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ کا اشارہ پاتے ہی کوندتی ہوئی بجلی کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ اس موقع پر دوسرے سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجوں کو لے کر جنگ میں شامل ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی صدیق اکبرؓ کا حکم ملتے ہی مدد کو پہنچ گئے۔ لیکن جنگ کی کمان حضرت ابو عبیدہؓ کے ہی ہاتھ میں رہی۔ اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت ابو عبیدہؓ ملک شام

کے حاکم رہے۔

انہیں یہاں ہر قسم کی نعمتیں میسر تھیں لیکن آپ نے تمام زندگی بڑی سادگی کے ساتھ گذاری۔

آپ نے آخری وقت میں اپنے اسلامی بھائی حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ کی وفات طاعون سے ہوئی۔

نامور سپہ سالار

حضرت خالدؓ بن ولید

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وطن مکہ معظمہ تھا۔ آپ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلام سے پہلے آپ کے باپ دادا ہر لڑائی میں آگے آگے رہتے تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید اپنے خاندان کے لوگوں میں بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ جس میدان میں ڈٹے جاتے پیچھے نہ ہٹتے۔ دشمن کے مقابلے سے کبھی منہ نہ موڑتے۔ آپ نے میدان جنگ میں کبھی پیٹھ نہیں دکھائی۔ ہمیشہ آگے بڑھ کر اپنے مخالف کا وار روکا۔ ایمان لانے سے پہلے مسلمانوں کے دشمن تھے اور ان کی مخالفت میں لگے رہتے تھے اور مسلمان ہوکر اسلام کے نامور سپہ سالار بن گئے۔

جنگ احد کا واقعہ ہے کہ مسلمانوں نے کافروں کے

چھکے چھڑا دیتے تھے اور دشمنوں کی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی تھی لیکن خالد بن ولیدؓ کی وجہ سے کافروں کے قدم پھر جم گئے اور مسلمانوں کو بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس موقع پر ان کی وجہ سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

ہوا یوں کہ خالد بن ولیدؓ نے احد پہاڑ کا درہ خالی دیکھا تو اپنے بھاگتے ہوئے ساتھیوں کو واپس بلا لیا اور اسی درہ کے راستے سے مسلمانوں پر لوٹ کر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے کئی بڑے بڑے صحابہؓ شہید ہو گئے۔ اس افراتفری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی زخمی ہو گئے۔

خالد بن ولیدؓ کی اسلام دشمنی کے زمانہ کا ایک اور واقعہ ہم بطور مثال نقل کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ منورہ سے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لا رہے تھے۔ کافروں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس موقع پر بھی
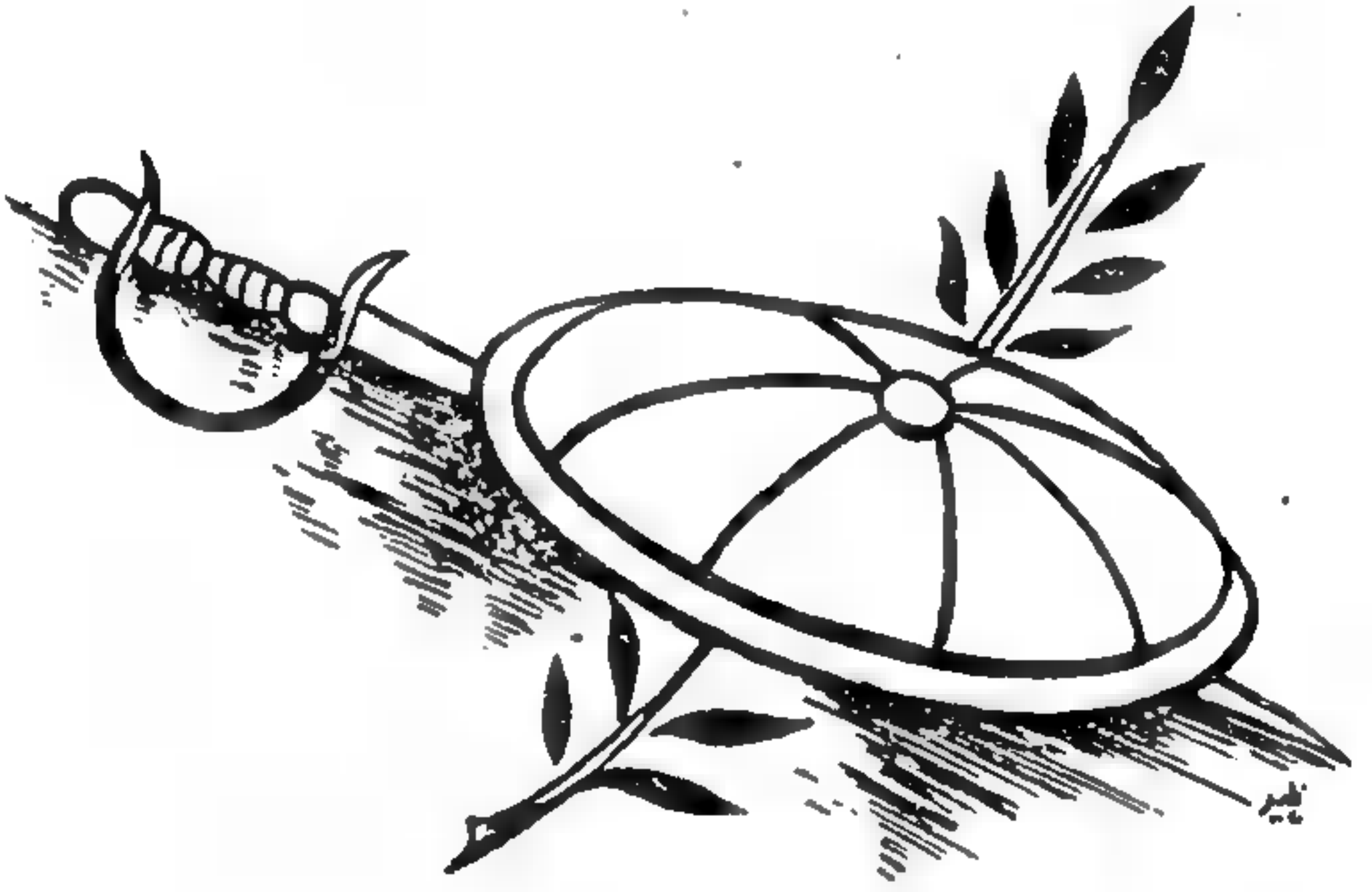
ڈھال اور تلوار

خالد بن ولیدؓ نے مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر ممکن رکاوٹ ڈالی۔ غرض یہ کہ کفر کے زمانے میں ان کی پوری طاقت اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں خرچ ہوتی رہی۔

حضرت خالد بن ولید جب مسلمان ہو گئے تو اس سے زیادہ اللہ کی محبت اور اسلام کی بزرگی انکے دل میں گھر کر گئی۔ اب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک اشارے پر جان و مال اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھے۔

قبول اسلام کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی باقی زندگی اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرنے میں گذار دی اور تمام عمر دین کے دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں بسر کر دی۔ خالد بن ولیدؓ کافروں کے لئے خطرہ کا ایک بڑا نشان تھے۔ وہ مخالف فوجوں پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑتے اور دشمن کی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتے۔

مسلمان ہونے کے بعد خالد بن ولیدؓ کی بہادری کے

جوہر سب سے پہلے جنگ موتہ میں کھلے۔ اس جنگ میں اسلام کے مشہور سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ حضرت جعفر طیارؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسلامی لشکر کا جھنڈا سنبھال لیا اور جنگ کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ آپ نے بڑی بہادری سے کافروں کا مقابلہ کیا۔ جنگ موتہ میں دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی اور سامان جنگ سے لیس تھی۔ آپ نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا اور اپنی فوج کو بڑی تدبیر سے پیچھے ہٹا لیا اور اپنے جنگی تجربے سے اپنے ساتھیوں کے جان و مال کو نقصان سے بچا لیا۔

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ کی دانائی اور بہادری سے بہت خوش ہوئے اور آپ کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت بن ولیدؓ نے ثابت کر دکھایا کہ وہ واقعی اللہ کی تلوار ہیں۔

فتح مکہ کے دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ پہلے وہ اپنے ساتھیوں

سمیت مکہ معظمہ میں داخل ہوں۔ آپ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے ارادے سے بڑھے۔ آپ شہر کے اندر داخل ہو رہے تھے کہ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے آپ کو مکے میں داخل ہونے سے روکنا چاہا۔ لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کے ایک ہی جھٹکے میں بہت سے کافروں کا کام تمام ہوگیا اور باقی ڈر کر ادھر ادھر چھپ گئے۔ آپ نہایت کامیابی کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) فتح مکّہ کے بعد مدینہ منورہ کی طرف واپس ہونا چاہتے تھے۔ بنو ثقیف اور بنو ہوازن مکہ معظمہ کے ارد گرد آباد تھے۔ انہوں نے بڑے غرور سے کہا کہ قریش مکہ کو لڑنے کا تجربہ نہیں تھا۔ اس لئے مسلمان ان کے مقابلے میں جیت گئے۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو انہیں پتہ لگ جائے گا۔ یہ دونوں قبیلے تیر اندازی میں بہت ماہر تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے تیر انداز حنین کے راستے پہلے ہی سے مورچے بنا کر بیٹھ گئے۔

مسلمانوں کا قافلہ جب یہاں پہنچا تو ان لوگوں نے اچانک مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیتے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ آگے بڑھے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ خود زخمی ہو گئے لیکن اسلام کے دشمنوں کو بھگا کر واپس لوٹے۔ رحمۃ العالمینؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے زخموں پر دم فرمایا۔ آپ کے زخم بہت جلد اچھے ہو گئے۔

پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے زمانے میں بھی خالد بن ولیدؓ نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو خوب ٹھکانے لگایا اور تمام فتنوں کی جڑیں اکھاڑنے میں حصہ لیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ خالد بن ولید کو برخاست کر دیا تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ ان فتوحات کی بنا پر لوگوں میں خالد کی شخصیت کا اثر بہت بڑھ گیا ہے۔

خالد بن ولیدؓ تمام عمر جہاد میں مصروف رہے۔

ان کے کارناموں سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔
عمر کی آخری منزل میں آپ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔
اب ان کا تمام وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں گذرتا۔
ہجرت نبوی کے بائیسویں سال اٹھاسی برس کی عمر میں
وفات پائی اور معبود حقیقی سے جا ملے۔ ان کی قبر شام
کے شہر حمص میں موجود ہے۔

نوجوان سپہ سالار

محمد بن قاسم

محمد بن قاسم بصرہ کے حاکم حجاج بن یوسف کے بھتیجے اور داماد تھے۔ بچپن ہی سے بہت سمجھدار اور ہونہار تھے۔ شروع ہی سے ان کی طبیعت میں نیکی اور بھلائی کا جذبہ تھا۔ وہ قول کے سچے اور ارادے کے پکے تھے۔ ہر شخص کے ہمدرد تھے۔ بہادری اور دلیری ان کا خاص جوہر تھا۔

محمد بن قاسم کی عمر چودہ سال کی تھی کہ وہ فوج میں شامل ہو گئے اور پہلی مرتبہ ایک مجاہد اور دلیر سپاہی کی طرح لڑائی کے میدان میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔

حجاج بن یوسف سخت مزاج ہونے کے باوجود کامیاب حکمران تھا۔ وہ حکمرانی کے طریقوں کو خوب

جانتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ محمد بن قاسم بہت جلد اپنا نام روشن کرے گا اور دنیا کا مشہور نامور فاتح بنے گا۔

حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو نوعمری ہی میں ایک علاقے کا حاکم بنا کر بھیج دیا تھا۔ محمد بن قاسم نے اس عمر میں لوگوں پر حکمرانی کی جس عمر میں اس کے دوست اور ہمجولی کھیل کود میں لگے ہوتے تھے۔

محمد بن قاسم کو نوجوانی ہی میں اپنی شجاعت اور بہادری کے کارنامے دکھانے کا موقع مل گیا۔ سترہ سال کی عمر میں بلوچستان کے راستے سے اس نے سندھ پر فوج کشی کی اور دشمن کے بے پناہ لشکر کو جس نے پہلے دو مرتبہ مسلمانوں کی فوج کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔ بری طرح شکست دی۔

اس زمانے میں سندھ کا حکمران ایک ظالم اور بد طینت شخص تھا، جس کا نام داہر تھا۔ اس کی حکومت میں ہر طرف افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی راجدھانی میں کوئی قانون اور کوئی ضابطہ نہ رہا تھا۔

محمد بن قاسم (فاتح سندھ)

اور ملک کے اندر ہر طرف خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں۔
محمد بن قاسم کی خواہش تھی کہ ظلم وستم کا خاتمہ ہو اور امن اور سلامتی کا دور دورہ ہو۔ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس نوجوان بہادر فاتح نے شرک اور کفر کی قوتوں پر تابڑ توڑ حملے کئے۔
یقیناً رحم دل وہی شخص ہے جو ظلم وستم کو مٹانے کے لئے ظالموں کے ہاتھ توڑ دے۔ اس طرح انصاف پسند اور عادل وہی ہے جو ناانصافیوں کو مٹانے کے لئے بے انصافوں کا خاتمہ کر دے۔ محمد بن قاسم اسی رحم اور عدل کے مقصد کو لے کر میدان میں نکلا تھا۔
سندھ کے حکمران راجہ داہر کو پتہ تھا کہ اس کی سلطنت میں بیواؤں اور یتیموں کو بغیر کسی وجہ کے قید بنا لیا گیا ہے اور اس کے علاقے سے گذرنے والے جہاز سے مسلمان بیواؤں اور ان کے یتیم بچوں کو اغوا کر لیا گیا ہے۔
حجّاج بن یوسف نے داہر کو خبردار کیا کہ اس کے ملک کے ڈاکوؤں نے مسلمان خواتین اور ان

یتیم بچوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ داہر نے ایک نہایت نامعقول جواب دیا اور کہلا بھیجا کہ اگر ہمت ہے تو خود اُن سے نبٹ لو، خواتین اور یتیم بچوں کو چھڑا کر لے جاؤ۔

داہر کی فوج کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کو پہلے دو مرتبہ شکست ہو چکی تھی لیکن حجاج نے ہمت نہ ہاری اور قسم کھائی کہ جب تک مسلمان خواتین اور ان کے بچوں کو آزاد نہ کرالے گا اور داہر کی فوج کو شکست کا مزا نہ چکھا دے گا، چین سے نہ بیٹھے گا۔

حجاج بن یوسف نے سترہ سالہ محمد بن قاسم کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر سندھ کی طرف روانہ کیا۔ نوجوان سپہ سالار نے سوجھ بوجھ، فوجی لیاقت اور بہادری سے کام لے کر پہلے ہی حملے میں داہر کی فوج کو ہرا دیا۔ اور پے در پے ایسے حملے کئے کہ اس کی فوج مقابلے کی تاب نہ لا سکی۔ پوری سلطنت اور اس کی طاقت تباہ ہو گئی اور راجہ داہر مارا گیا۔

محمد بن قاسم نیک نیت تھا۔ اسے مال و دولت اور حکومت کا کوئی لالچ نہ تھا۔ وہ صرف ظلم و ستم کو

مٹانا چاہتا تھا اور شر کی قوت کو ختم کرکے نیکی اور بھلائی پھیلانا چاہتا تھا۔ اس لئے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی اور اس نے مسلسل حملوں سے پورے سندھ پر قبضہ کر لیا۔

سندھ کے تمام مسلم اور غیر مسلم باشندے محمد بن قاسم کی زندگی اور اس کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ اس کے زمانے میں سندھ کے تمام باشندوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل تھی اور انہیں مکمل شہری حقوق حاصل تھے۔ اس کے زمانے میں کاشت کاروں کو بہت سی سہولتیں دی گئیں۔ غریبوں کو لگان معاف کر دیا گیا اور لگان وصول کرنے والے عملہ کو خاص ہدایت کی گئی کہ وہ زمینداروں سے لگان وصول کرنے میں نرمی برتیں۔

سندھ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے پنجاب کا رخ کیا اور ملتان کو سندھ میں شامل کر لیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان شہر میں نہایت خوبصورت جامع مسجد بنوائی جو فن تعمیر کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔

خلیفہ ولید کے انتقال کے بعد سلیمان بن عبد الملک

ایک مسلمان مجاہد

خلیفہ ہوا ۔ اس نے حجاج بن یوسف جو محمد بن قاسم کا چچا تھا اور اس کے ساتھیوں پر اپنا غصہ اتارا ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلیمان کی طرف سے عراق کے گورنر یزید بن مہلب کے ہاتھوں محمد بن قاسم کی موت واقع ہوئی اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ حجاج کا بھتیجا تھا۔

نوعمر سپہ سالار

طارق بن زیاد

خاندانی برتری سے نہ کسی کا درجہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔ زندگی نیک کاموں سے بنتی ہے اور عالی رتبہ پرہیزگاری سے ملتا ہے۔ اس لئے ہم طارق بن زیاد کی جائے پیدائش اور اسکے خاندان کے ذکر کو چھوڑتے ہیں۔ صرف ان کے بلند کردار اور قابل فخر کارناموں کو بیان کرتے ہیں۔ طارق بن زیاد میں خدا داد لیاقت اور صلاحیت تھی۔ وہ ایک سچے مسلمان تھے اور اسلام پھیلانے کا سچا جذبہ ان کے دل میں تھا۔ وہ ہر طرح سے مسلمانوں کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ ان کی رگ رگ میں شجاعت اور بہادری بھری ہوئی تھی۔ انہیں اللہ پر کامل بھروسہ تھا اور اس کی غیبی مدد پر پورا یقین تھا۔ ظاہری

ساز و سامان کی ان کی نظر میں کوئی حقیقت نہ تھی۔

طارق بن زیاد اس حقیقت کی سچی تصویر تھے کہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی، طارق بن زیاد میں سچے مسلمانوں والا عزم تھا۔ وہ جب کسی بات کا ارادہ کر لیتے تو اللہ پر بھروسہ کرکے بڑھتے اور کامیابی ان کے قدم چومتی۔ طارق بن زیاد کا وہ بڑا کارنامہ جو رہتی دنیا تک زیاد رہے گا، اندلس کی فتح ہے۔ افریقہ کے شمال میں ہسپانیہ ایک زرخیز سرسبز و شاداب ملک ہے۔ افریقہ اور ہسپانیہ کے درمیان چند میل چوڑا سمندر بہتا ہے۔ اس ملک کے جنوبی جانب ایک پہاڑ ہے جو جبل طارق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جسے انگریزی زبان میں جبرالٹر کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ طارق بن زیاد کی شجاعت اور بہادری کی زندہ یادگار ہے۔ طارق بن زیاد نے جب اندلس کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا تو اس پہاڑ پر جو دشمن سے بچاؤ کا ایک قدرتی مورچہ تھا، اپنا محاذ بنایا۔ طارق بن زیاد کے پاس کل بارہ
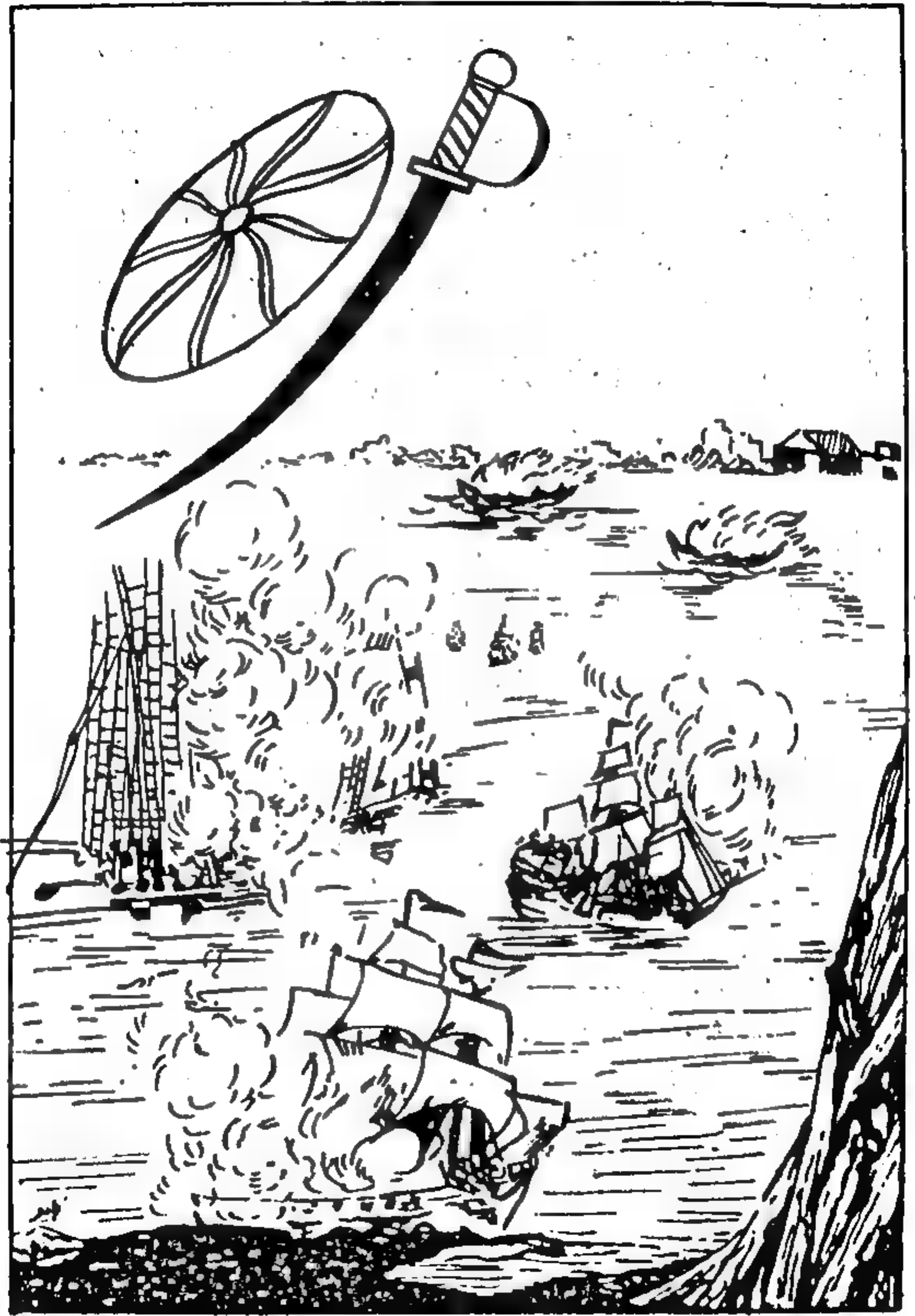
طارق بن زیاد کا جنگی بحری بیڑہ جس کو اُس نے خود آگ لگائی۔

ہزار فوج تھی اور علیم کی فوج میں ایک لاکھ مسلح سپاہی تھے۔ دشمن کی فوج کا سپہ سالار راڈرک تھا۔ مسلمانوں کا لشکر دشمن کی تعداد کو دیکھ کر کچھ پریشان سا ہوا۔ طارق بن زیاد کی نگاہ میں لشکر کی کمی زیادتی ایک بے حقیقت بات تھی۔ ان کے نزدیک یہ مقابلہ دراصل حق اور باطل کے درمیان ایک معرکہ تھا۔

طارق بن زیاد کی نگاہ ایک مومن اور مجاہد کی نگاہ تھی۔ اس نے ایک ہی نظر میں حالات کو جانچ لیا۔ اور حکم دیا کہ جن کشتیوں پر سوار ہوکر ہم یہاں پہنچے ہیں، اُن میں آگ لگا دی جائے۔ کشتیوں کو جلا کر رکھ دیا گیا اور لوٹنے کے تمام ذریعے ختم کر دیئے گئے۔ بعض ساتھیوں نے کہا کہ" اے ہمارے سردار یہ کام دانشمندی کا نہیں ہوا۔ جنگ میں فتح اور شکست دونوں صورتیں ممکن ہوتی ہیں اگر ہمیں شکست ہو گئی۔ تو پیچھے ہٹنے کی صورت نہیں رہی"

طارق بن زیاد نے ایک پر جوش تقریر کی اور اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ مار کر کہا کہ بہادر لوگ

پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر کے آگے نہیں بڑھتے۔ دو ہی صورتیں ہیں: فتح یا موت۔ واپسی کا ارادہ دل سے نکال دو۔ آگے دشمن ہے۔ پیچھے سمندر ہے۔ بھاگنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ ہر ملک ہمارا ملک ہے اس لئے کہ یہ خدا کا ملک ہے۔ طارق نے کہا اے میرے لشکر کے دلیر مجاہدو خدا پر بھروسہ رکھو۔ اپنے امیر کے حکم کی تعمیل کرو۔ پہلے میں حملہ کروں گا اور پہلا وار دشمن پر میرا ہوگا۔ حملہ دیکھتے ہی دشمن کی فوج پر بجلی بن کر گرو۔ باز کی طرح جھپٹ پڑو۔ دشمنوں کو خاک و خون میں ملا دو۔ اگر میں اللہ کی راہ میں کام آ جاؤں تو تم بد دل نہ ہونا، ہمت نہ ہارنا۔ اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کرنے سے موت بہتر ہے۔" طارق بن زیاد کی فوجوں کے سب سپاہی یک دل اور یک جان تھے۔ سب کا مقصد ایک تھا اور سب کی منزل ایک تھی۔ حملہ شروع ہو گیا۔ طارق بن زیاد پہلی صف میں تھے۔ بہادر سپاہیوں نے فتح حاصل کرنے یا اللہ

کے راستے میں جان دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ جنگ کئی دن تک جاری رہی۔ طارق بن زیاد کو ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم حضور کے اردگرد جمع ہیں۔ اور حضور ارشاد فرما رہے ہیں۔ 'اے طارق پیش قدمی جاری رکھو' طارق نے یہ خواب اپنے لشکر کے سامنے بیان کیا۔ پھر کیا تھا کہ ایک ایک سپاہی کے تن من میں ایمان اور یقین کی برقی لہر دوڑ گئی۔ اسلامی لشکر نے اللہ کا نام لے کر دشمن پر ایسا سخت حملہ کیا کہ مخالف فوج کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور دشمن کے ہتھیاروں کو بے کار کر کے رکھ دیا۔ دشمن کی صفوں کو زیر و زبر کر دیا۔ اور ایک لاکھ دشمن کی فوج تہس نہس ہو گئی اور اندلس فتح ہو گیا۔ اندلس کے مشہور اور خوبصورت شہر قرطبہ کو پایۂ تخت بنایا گیا۔ طارق بن زیاد کو دولت یا بادشاہت یا حکمرانی کا لالچ نہ تھا بلکہ خدا کے ملک میں خدا کا

پیغام پھیلانا مقصد تھا۔ جو حاصل ہو گیا۔ فتح کے بعد موسیٰ بن نُصیر کے بیٹے عبد العزیز یہاں کے حاکم مقرر ہوئے۔ موسیٰ بن نصیر افریقہ کے حاکم تھے اور انھوں نے ہی خلیفہ وقت ولید سے اجازت حاصل کر کے اس مہم کے لئے طارق بن زیاد کا انتخاب کیا تھا اور ان کی سرکردگی میں اندلس کے لئے فوج روانہ کی تھی۔ طارق بن زیاد کو بھی محمد بن قاسم کی مانند خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے دورِ حکومت میں مروا دیا گیا۔

مسلمان امیرالبحر

۱۔ عروج باربروسہ
۲۔ خیرالدین پاشا
۳۔ حسن پاشا
۴۔ مراد اعظم

امیر البحر

عروج بار بروسہ

سلطان محمد ثانی قسطنطنیہ کے حکمران تھے۔ ۱۴۶۲ء میں انہوں نے یونان کے بہت سے جزیرے فتح کیئے۔ ان جزیروں میں ایوبیہ بہت مشہور تھا۔ سلطان نے اس جزیرے پر اپنی فوج ایک دلیر بہادر نوجوان کو حاکم مقرر کیا۔ اس کا نام یعقوب تھا اور وہ کافی مدت تک اس جگہ حکومت کرتا رہا۔

یعقوب کے چار بیٹے تھے۔ اسحاق، الیاس، عروج اور خضر۔ خضر بڑے ہو کر خیرالدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ اسحاق کو تجارت کا شوق تھا۔ اس نے تجارت میں بہت محنت کی اور اپنے وقت کا دولت مند سوداگر بن گیا۔ الیاس سمندری فوج میں بھرتی ہو گیا اور دشمن سے مقابلے میں کام آیا۔

عروج اور خضر خیرالدین دونوں بھائی بہت دلیر اور بہادر تھے۔ انہوں نے جرأت اور بہادری کے بڑے بڑے کارنامے دکھائے اور اپنے خاندان کا نام روشن کیا۔

ہم اس وقت آپ کے سامنے عروج کی قربانیوں اور اس کی بہادری کے کارناموں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ دلیر نوجوان بہت نیک دِل تھا، پکا مسلمان تھا۔ اسے دینِ اسلام سے عشق تھا۔ اس کے دل میں تمنا تھی کہ دور دور تک اسلام پھیلے اور ہر طرف مسلمانوں کی حکومت ہو۔ عروج بہت ہمت والا شخص تھا۔ اس کا حوصلہ بہت بلند تھا۔ شروع ہی سے اس کے دِل میں غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کرنے کا جذبہ موجود تھا۔ عیسائیوں کا جانی دشمن تھا کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے عیسائیت کو سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا۔

یونان کے چھوٹے چھوٹے جزیرے عروج کی نگاہ میں نہ جچتے تھے۔ اس کو خواہش تھی کہ کھلے سمندر

ں جہاز چلانے کا موقع ملے اور وہاں دشمن سے مقابلہ
کر۔

یہ وہ درد ناک زمانہ تھا جب کہ اندلس سے
مسلمانوں کو ان کے وطن سے نکالا جا رہا تھا اور
عیسائی ان پر بے پناہ ظلم ڈھا رہے تھے۔جو مسلمان
بچ بچا کر نکلتے انہیں سمندری لٹیرے ختم کر دیتے
اور ان کا سامان لوٹ لیتے ۔ عروج کو اِس بات کا
بہت دکھ تھا ۔ اس کے دل میں اسلام کی اور
مسلمانوں کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی ۔وہ ہر
طرح مسلمانوں کی حمایت اور مدد کرنا چاہتا تھا۔

بہادر امیر البحر نے افریقہ کے ساحل پہ اپنی
کشتیاں لگا دیں اور بربر کے ساحل پہ ایسی جگہ
کھڑی کر دیں جہاں دشمن کی نگاہ نہ پڑ سکے ۔ دشمن
کے جو جہاز بے وطن مسلمانوں پہ حملہ کرتے ، عروج
اُن سے ڈٹ کر مقابلہ کرتا ، اس طرح عروج نے
دشمن کے بہت سے جہازوں پر قبضہ کر لیا۔

اس مجاہد سمندری امیر نے بحر روم میں اپنا جنگی

بیڑا قائم کیا اور اپنی بحری فوج اس بندرگاہ پر
دی ۔ دشمنوں اور لیٹروں کا جو جہاز اس طرف سے
گذرتا، عروج اپنے ساتھیوں سمیت اس پر حملہ کرتا
جہاز کو عملے اور سامان سمیت اپنے قبضہ میں لے
تونس کی بندرگاہ قدرتی طور پر مضبوط اور محفو
تھی ۔ اس بندرگاہ پر بھی عروج کے جہاز کھڑے ر
اور اس کے سمندری سپاہی اپنی بندرگاہ کی حفاظ
اور دشمن پر حملے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ۔
بندرگاہ عروج کی فوج اور جہازوں کا ملجا و ماویٰ
بے سہارا اور پریشان حال مسلمان جو اندلس ساپی
سے اجڑ کر باہر نکلتے عروج اس جگہ ان کو ٹھہ
ان کی ہر طرح آؤ بھگت کرتا اور ہر ایک
ضرورت پوری کرتا اور پھر کسی مناسب جگہ
ان کے رہن سہن کا انتظام کرتا ۔ عیسائی جہازر
عروج کا نام سن کر گھبرانے لگے تھے ۔ جس ط
عروج کا جنگی بیڑا ہوتا اور جس جہاز پر عروج
جھنڈا ہوتا ، سمندری ڈاکو اور عیسائی ملاح اپنا

بحری بیڑہ

گذارتے ہوتے کانپتے تھے۔

اس بہادر، نیک دل اور مجاہد امیر البحر نے عیسائیوں کی قوت کو خاک میں ملا دیا تھا اور ان کے سمندری بیڑے کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اب وہ مسلمانوں کے جہاز اور ان کی کشتیوں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

روم کا مشہور پادری بڑا دولتمند تھا۔ اس کے پاس اپنے جنگی جہاز تھے۔ تمام جہاز جنگ کے سامان سے لیس تھے اور سمندری لڑائی کے ہتھیاروں سے بھرپور تھے۔ اس پادری کا بے حد رعب اور دبدبہ تھا۔ اس کے جہازوں کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ نہ کوئی ان پر حملہ کرنے کی جرات کرتا تھا۔

عروج نے اپنے سمندری مجاہدوں کو حکم دیا کہ پادری کے جہازوں پر قبضہ کر لو۔ امیر البحر کے اشارے کی دیر تھی کہ سمندری مجاہد اس کے جہازوں پر ٹوٹ پڑے۔ سخت مقابلہ ہوا اور کامیابی عروج کو اور اس کے ساتھیوں کو حاصل ہوئی۔ جہازوں پر

قبضہ کر لیا ۔ سامان لوٹ لیا اور تمام افسروں کو قید کر لیا۔ یہ افسر جنگ کا بہت تجربہ رکھتے تھے۔ عروج نے اپنے اخلاق، محبت اور اچھے برتاؤ سے قیدی افسروں کے دل موہ لئے اور ان کے جنگی تجربوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔

اسپین کی حکومت کو اپنے جنگی بیڑے اور سمندری طاقت پر بہت ناز تھا۔ جبرالٹر کے قریب اسپین کی سمندری فوج اور عروج کے بحری مجاہدوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ دونوں طرف سے پوری طاقت کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ دشمن کو کھلی شکست ہوئی۔ اس کامیابی سے عروج کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

سمندری فوج کے سردار عروج کے آٹھ سو جنگی جہاز سمندر کے مختلف حصوں میں ہر وقت مقابلے کے لئے تیار اور اپنے سردار کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔

اسپین کے جہاز رانوں نے بار بار اپنی حکومت کو خبردار کیا کہ عروج کی سمندری فوج سے مقابلہ آسان

کام نہیں، اس سے لڑنے کے لئے مضبوط فوج اور
کافی ہتھیاروں اور سامانِ جنگ کی ضرورت ہے۔ اسپین
کی حکومت عروج سے ٹکر لینے کو تیار نہ تھی۔ وقت
گذرتا رہا اور عروج کی فوج اور سمندری طاقت
بڑھتی رہی۔

کچھ مدت کے بعد اسپین کا حکمران بدلا اور چارلس
پنجم تخت نشین ہوا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ عروج
کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے پچیس ہزار سمندری لڑاکے
تیار کئے۔ اس زمانے میں عروج صرف پندرہ سو ساتھیوں
کے ساتھ الجزائر میں ٹھہرا ہوا تھا۔

اسپین کی پچیس ہزار مسلح فوج نے اچانک عروج پر
حملہ کر دیا۔ عروج کے دلیر مجاہدوں نے ڈٹ کر مقابلہ
کیا اور سب شہید ہوگئے۔ امیر البحر بار بروسہ کا نام
بھی انہیں شہادت پانے والوں میں شامل ہے۔

عروج میں بے شمار خوبیاں تھیں۔ بہادر اور
دلیر ہونے کے ساتھ نیک دِل، ہمدرد اور ملنسار سردار
تھا۔ اس بلند حوصلہ بہادر کا جسم دُہرا اور قد درمیانہ

تھا۔ سینہ چوڑا تھا اونچی پیشانی اور آنکھوں میں نورانی چمک۔ سر اور داڑھی کے بال سرخ تھے۔

اس نے پینتالیس سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ایسے بہادر مجاہدوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ایوبیہ کا امیر البحر

خیر الدین پاشا باربروسہ

خیر الدین پاشا جزیرہ ایوبیہ کے حاکم یعقوب کا بیٹا تھا۔ اس عظیم امیر البحر کا اصلی نام خضر تھا۔ بعد میں خیر الدین کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ عروج باربروسہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ بہت نیک دِل اور بہادر تھا۔ خیر الدین طاقت ور جسم اور مضبوط ارادے کا مالک تھا۔ اُس کی جرأت اور بہادری کے بے شمار اور بے مثال کارنامے آج تک لوگوں کی زبانوں پر ہیں۔

خیر الدین پاشا پکا مسلمان اور اسلام کا سچا خادم تھا اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔ بے وطن اور بے سہارا لوگوں کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتا تھا۔ خیر الدین پاشا اور

عروج باربروسہ دونوں بھائی اپنے وقت کے مانے ہوئے امیر البحر تھے۔ انھیں دونوں بھائیوں کی وجہ سے ان کے خاندان باربروسہ نے شہرت پائی۔

سمندری بیڑے کا سپہ سالار خیر الدین پاشا ہر وقت دشمن سے مقابلے کے لئے تیار رہتا تھا۔ اپنے بڑے بھائی عروج کے زمانے میں بھی وہ اسلام کے مخالفوں سے لڑتا رہا۔ اس نے بہت سی سمندری جنگوں میں اپنے بھائی کے ساتھ مل کر دشمنوں کا صفایا کیا۔

اس کا بڑا بھائی عروج باربروسہ ایک مرتبہ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے سخت زخمی ہو گیا اور کئی مہینوں تک اپنے گہرے زخموں کا علاج کراتا رہا۔ ان دنوں وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ خیر الدین نے اپنے بڑے بھائی عروج کے نام پر دھبہ نہیں آنے دیا۔ اور دشمن کے جنگی بیڑے کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہا۔

باربروسہ نے دشمنوں کے تجارتی جہازوں پر مسلسل حملے کئے۔ ان حملوں سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے دشمنوں کی تجارت اور ان کے کاروبار کو نقصان پہنچے

اور انکی طاقت کمزور ہو ۔ وہ بڑی بہادری سے جہازوں کو سامان سمیت قبضے میں کر لیتا، ان کے تمام عملے کو افسروں سمیت گرفتار کر لیتا ۔ چنانچہ عیسائیوں کے جو جہاز بحر روم سے گذرتے ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جاتا ۔

اس نڈر سردار کو سمندری جنگ کا بڑا تجربہ حاصل تھا ۔ اس کا حملہ ایسا سخت ہوتا کہ دشمن برداشت نہ کر سکتا ۔ وہ بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ نرم دل اور ہمدرد بھی تھا ۔ جنگ کے دوران جو لوگ گرفتار ہو جاتے ان کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتا ۔ قیدیوں کی ہر ایک ضرورت پوری کرتا اور ہر طرح ان کے آرام و راحت کا خیال رکھتا ۔ اکثر قیدی اس کے نیک سلوک اور اچھے برتاؤ سے متاثر ہوکر اس کی فرمانبرداری اختیار کر لیتے اور دل و جان سے اس کی فوج میں شامل ہو جاتے ۔

اس زمانے میں عیسائی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کے مسلمان

اپنے گھر بار چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ اس بہادر امیر البحر نے اندلس کے ہزاروں بے گھر مسلمانوں کو اپنے جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے الجزائر پہنچایا۔

انہیں ایام میں چارلس پنجم نے پچیس ہزار تجربہ کار لشکر کے ساتھ عروج بار بروسہ پر حملہ کر دیا۔ اس کے پاس صرف پندرہ سو سپاہی تھے۔ حملہ اس قدر تیز اور اچانک تھا کہ تمام مسلمان سپاہی عروج سمیت شہید ہو گئے۔ خیر الدین پاشا کے دل پر اس درد ناک واقعے کا گہرا زخم لگا اور بدلہ لینے کے لئے اب وہ موقع کی تلاش میں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد چارلس پنجم کا بہت بڑا جنگی بیڑا بحر روم میں خیر الدین پاشا کے سمندری لشکر کے آمنے سامنے ہو گیا۔ اسلام کے مجاہد پہلے ہی اس تاک میں بیٹھے تھے۔ وہ بھوکے باز کی طرح دشمن کے جنگی بیڑے پر ٹوٹ پڑے۔ کچھ جہاز سمندر میں غرق کر دیئے، باقی جو جہاز بچے ان پر قبضہ کر لیا۔ چارلس پنجم کے بہت سے سپاہی اور افسر گرفتار کر لئے۔

اس جنگ میں بہت سا جنگی سامان اور ہتھیاروں کا بہت بڑا ذخیرہ اس کے ہاتھ آیا۔ خیرالدین پاشا نے اپنی دانائی اور بہادری سے دشمن کی فوج کے افسروں کے دل موہ لئے اور ان کے جنگی تجربوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔

تونس کی بندرگاہ قدرتی طور پر ایک مضبوط اور محفوظ بندرگاہ ہے۔ اس پر عیسائیوں کا قبضہ تھا اور مدت سے اس پر ان کا پرچم لہرا رہا تھا۔ خیرالدین پاشا نے اس بندرگاہ پر اپنا پورا قبضہ جما لیا۔ اس کے علاوہ اس نے شمالی افریقہ کے کئی مشہور شہروں کو فتح کیا اور آس پاس کے بہت سے جزیروں کو حاصل کر لیا۔ اس نے ان تمام فتح کئے ہوئے علاقوں کو ترکی کی حکومت میں شامل کر دیا۔

بحر روم، بحر احمر، بحر ہند میں ہر طرف خیرالدین پاشا کے جنگی جہاز گھومتے پھرتے تھے اور اب دشمنوں کے جہاز اس طرف سے گذرتے ہوئے خطرہ محسوس کرتے تھے۔

خیرالدین پاشا اپنے زمانے کا بے مثال امیرالبحر

تھا ۔ جہازوں کے چلانے اور جہازوں کے بنانے دونوں
کاموں میں اسے پوری مہارت تھی ۔ وہ جہاز کے ایک
ایک کیل کانٹے سے واقف تھا ۔ وہ اپنے جہازوں کو
دھونے اور صاف کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتا
بلکہ محنت اور خدمت میں خوشی اور فخر محسوس کرتا تھا۔
سمندر کی لہروں سے کھیلنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔
بحری فوجوں کو ترتیب دینے اور ان کی تربیت کرنے
کی اسے دھن تھی ۔ وہ نوے سال کی عمر میں اس دنیا
سے گذر گیا اور رہتی دنیا تک اپنے سمندری کارناموں
کا ذکر چھوڑ گیا ۔

ترک امیر البحر

حسن پاشا

ملک کی خوشحالی اور مضبوطی ملک کے رہنے والوں کی ہمت اور محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ جس ملک کے عوام اچھے ہوں، پڑھے لکھے ہوں، ہر چھوٹا بڑا آدمی اپنے ملک کی ترقی کے لئے کام کرتا ہو، وہ ملک خوشحال ہوگا۔ اسی طرح جس ملک کے باشندے بہادر اور دلیر ہوں، ارادے کے پکے ہوں، ان کی حکومت مضبوط ہوگی۔

ترک قوم پیدائشی طور پہ بہادر ہے۔ ہر ترک اپنے ملک اور اپنی قوم کا وفادار ہوتا ہے۔ اس کے نوجوان ترقی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ہم ایسے ہی ایک ترک نوجوان کے حالات پیش کرتے ہیں۔

حسن پاشا میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک
چھے ملک کے نوجوان سپاہی میں ہونی چاہییں ۔ قوم
ۃ اپنے بہادر سپاہی حسن پاشا پر بہت ناز تھا ۔ وہ
ب اور قوم کے وفادار تھے ۔ وطن کی سلامتی اور
رقی کے لئے ہر دم کوشش کرتے تھے ۔ ان کی ہمت
ے ملک پر آنے والا زوال ٹل گیا اور ترکوں کی گرتی
ڈئی ساکھ بحال ہوگئی ۔

سلطان عبد الحمید اوّل کے زمانے میں ترکوں اور
وسیوں کے درمیان کچھ عرصہ سے جنگ جاری تھی ۔
وسی ترکوں کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا
ہے تھے ۔ دونوں طرف سے مقابلہ سخت تھا ۔ روسیوں
د اپنی فوجی طاقت اور ہتھیاروں کی کثرت پر غرور تھا ۔
رک اپنے ایمان اور یقین کے زور پر بھروسہ کئے
ہوئے تھے ۔

سلطان عبد الحمید اوّل کو اپنی فوجی حالت کا پورا
پورا اندازہ تھا ۔ وہ چاہتے تھے کہ باعزت طور پر
لڑائی بند ہو جائے اور آپس میں صلح ہو جاتے ۔ سلطان

نے خود روسی حکومت سے جنگ بند کرنے کی خواہش
ظاہر کی۔ چنانچہ ترکوں اور روسیوں کے درمیان جنگ بندی
کا معاہدہ ہوگیا۔ امن کی یہ گفتگو کینارجی کے مقام پر
ہوئی تھی، اس لئے یہ معاہدہ صلح نامہ کینارجی کے نام
سے مشہور ہوا۔

حکومت کے نمائندوں نے اگرچہ روس سے صلح
کرلی تھی لیکن ترک عوام اس معاہدے سے بالکل خوش
نہیں تھے۔ ترک نوجوانوں کی ایک انجمن کافی مدت سے
ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کام کر رہی تھی۔
اس نے صلح نامہ کینارجی پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا
اس انجمن کے صدر حسن پاشا تھے۔

حسن پاشا کو اہل وطن کے علاوہ سلطان عبدالمجید
اوّل بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان
کے بلند ارادوں سے خبردار تھے۔ وہ اپنے ملک
کی بری فوج کے سپہ سالار رہ چکے تھے۔ ان دنوں
بری فوج کے کمانڈر تھے۔ اس نیک نیت مجاہد نے
انجمن کے ممبروں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے بڑے جو

پر جوش تقریر کی اور انہیں روسیوں کے مقابلے کے لئے ابھارا۔ حسن پاشا نے اپنے لوگوں کے دلوں میں دشمنوں کے خلاف آگ لگا دی۔ انہوں نے عہد کرلیا کہ وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت کریں گے۔ دشمنوں کے ارادے خاک میں ملا دیں گے اور روسیوں کے مقابلے پر لوہے کی دیوار بن جائیں گے۔

حسن پاشا نے روسیوں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی اور اپنی اندرونی طاقت بڑھانے کے طریقوں پر عمل شروع کر دیا۔ بحری فوج کی تعداد بڑھائی۔ جنگ میں کام آنے والے ہتھیاروں کا ذخیرہ جمع کیا اور بحری جنگی جہاز مہیا کرنے پر خاص توجہ دی۔

حسن پاشا نے جہاز بنانے والی غیر ملکی کمپنیوں کی مدد سے نئے قسم کے جنگی جہاز تیار کرائے۔ دور نزدیک سے جتنے جہاز ساز، جہاز ران اور ملاح مل سکتے تھے۔ انہیں قسطنطنیہ بلایا اور ملک کے لئے ان کی خدمات حاصل کیں۔

حسن پاشا نے بہت تھوڑی مدت میں ترکوں کو

جہاز سازی، جہاز رانی اور سمندری جنگ کی تربیت دی۔ ہتھیاروں کا صحیح استعمال سکھایا۔ دشمن کے ہتھیاروں کو تباہ کرنے اور اپنے ہتھیاروں کو ضائع ہونے سے بچانے کے طریقے بتائے۔

حسن پاشا خود ایک بہترین جہاز راں تھے۔ وہ بحری جہازوں کے ایک ایک کل پرزے سے واقف تھے۔ وہ ترکی بیڑے کے کمانڈر بھی تھے۔ اپنے جہاز کے کپتان بھی تھے اور ایک ادنیٰ ملاح بھی تھے۔ انہیں کسی معمولی سے معمولی کام کرنے میں بھی جھجک نہ تھی۔ جہاز چلانے، جہاز دھونے اور جہاز صاف کرنے کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ وہ ہر قسم کی خدمت میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

اس دلیر مجاہد نے جنگ جیتنے کے لئے ایک نئی تدبیر پر عمل کیا۔ کافی محنت اور روپیہ خرچ کر کے بحری جنگی تربیت کے لئے ایک بہت بڑا ادارہ قائم کیا۔ سمندری جنگ سے متعلق جتنی کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ ان سب کا ترکی زبان میں ترجمہ کرایا۔ حسن پاشا

نے جہاز سازی اور جہاز رانی کا فن سیکھنے والوں کے لئے وظیفے مقرر کئے۔ ترک نوجوانوں کو شوق دلانے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا اور ان کی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کی۔

اس دوران میں سلطان عبدالحمید اوّل کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ سلطان سلیم ثالث تخت نشین ہوئے۔ حسن پاشا کی اس بے لوث اور اَن تھک محنت سے سلیم ثالث بہت خوش تھے۔ ترک نوجوان اور ترک عوام بھی حسن پاشا پر پروانہ کی طرح نثار ہوتے تھے۔ دوسری طرف روسی حکومت میں بہت تبدیلی آچکی تھی۔ اس زمانے میں زارینہ کیتھرائن روس کی ملکہ تھی۔ یہ بے حد متعصب عورت تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کی جانی دشمن تھی۔ اس کے ناپاک ارادے یہ تھے کہ مغربی ملکوں میں کوئی مسلمان باقی نہ رہے اور قسطنطنیہ سے مسلمانوں کو بالکل نکال دیا جاتے۔ زارینہ کیتھرائن نے روس کی پوری قوت ترکوں کو مٹانے پر لگا دی۔ بری لشکر اور سمندری فوج کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو ہر طرف سے

پریشان کیا جائے اور ہر محاذ پر اس سے جنگ کی جائے
حسن پاشا نے روسیوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔ لڑائی کے دوران میں ترکوں کو بھی روسیوں کے مقابلے میں کئی جگہ شکست ہوئی لیکن یہ بہادر امیر البحر ہمت کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔

حسن پاشا نے اپنی قوت اور ہمت سے زیادہ کام کیا۔ ملک اور قوم کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی تمام زندگی اپنی قوم کی خدمت کرنے میں گذار دی اور بہادر ترکوں کو میدان کا مرد بنا دیا۔ ترک اپنے بے لوث امیر البحر کی قربانیوں کو بھلا نہیں سکتے۔

ہر جگہ اچھے انسانوں کے ساتھ برے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ ترکوں میں بھی کچھ ملک دشمن لوگ موجود تھے۔ وہ حسن پاشا کی بے پناہ شہرت سے جلنے لگے تھے۔ انھوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ روسیوں کے مقابلے میں بعض مقامات پر ترکوں کی شکست حسن پاشا کی غفلت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے اس عظیم

امیر البحر پر کئی الزام لگائے۔ آخر حکومت نے حسن پاشا کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا اور گرفتار کر کے قید خانے بھیج دیا۔

جس امیر البحر نے تمام زندگی ملک اور قوم کی خدمت میں گذاری تھی اس نے عمر کا آخری حصہ قید خانے میں بسر کیا اور وہیں انتقال کر گیا۔

البانیہ کا امیرالبحر

مرادِ اعظم

مرادِ اعظم البانیہ کا رہنے والا تھا۔ وہ ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے باپ دادا عیسائی تھے۔ لیکن اس بچے کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا اور اس کی تقدیر میں ایمان کی دولت لکھی ہوئی تھی۔ وہ بچپن ہی میں مسلمان ہو گیا تھا۔

مرادِ اعظم شروع سے ہونہار تھا۔ اسے ہمت اور محنت سے کام کرنے کی عادت تھی۔ مراد کی زندگی پر اسلام نے وہ کام کیا جو سونے پر سہاگہ کرتا ہے اور اس کی ذاتی خوبیاں چمکیں۔ وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔

مصطفےٰ پاشا اس زمانے میں الجزائر کا گورنر تھا۔ اس کی نگاہ مراد پر پڑی۔ اس نے محسوس کر لیا کہ یہ

بحری ۔ جنگی جہاز

بچہ آگے چل کر بہت بڑا آدمی بنے گا ۔ مصطفےٰ پاشا نے مرادِ اعظم کی پرورش بہت دھیان سے کی اور اس کی تربیت پر خاص توجہ دی ۔ سچی بات یہ ہے کہ اس بہادر لڑکے نے بھی مصطفےٰ پاشا کی محبت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ۔ وہ ایک وفادار سپاہی اور بلند ہمت امیر البحر ثابت ہوا ۔

مراد اعظم چاہتا تھا کہ تمام زندگی مسلمانوں کی خدمت کرتا رہے ۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا رہے ۔ ملک فتح کرتا رہے ۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں سے مقابلہ کر کے بد امنی اور بے چینی کا خاتمہ کر دے ۔

مصطفےٰ پاشا ایک مرتبہ اپنے دشمنوں سے سمندری لڑائی لڑ رہا تھا ۔ مراد اعظم اس کا دست و بازو بنا ۔ اور ہر قسم کی مدد کے لئے تیار رہا ۔ مراد اعظم ایک کشتی میں بیٹھ کر سمندر میں گھومتا رہا اور اس بات کا پتہ لگاتا رہا کہ دشمن کی کتنی فوج ہے ۔ دشمن کس کس طرف سے حملہ کر سکتا ہے اور ان تمام باتوں سے

مصطفٰے پاشا کو خبردار کرتا رہا۔
مرادِ اعظم کی کشتی اچانک چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔ یہ دل میں بہت شرمندہ ہوا اور سوچنے لگا کہ کشتی میری ناتجربہ کاری سے ٹوٹی ہے۔ شرم کی وجہ سے مصطفٰے پاشا کے سامنے نہ آیا اور بہت خاموشی سے ایک اور کشتی لے کر سمندر میں روانہ ہوگیا اور شکار کے بہانے اِدھر اُدھر گھومنے لگا۔ اس نے چند کشتیاں اپنی طرف آتی ہوئی دیکھیں۔ اپنی عقلمندی سے تاڑ گیا کہ یہ ڈاکو ہیں اور لوٹ مار کے ارادے سے اسپین کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ مرادِ اعظم نے نہایت بہادری سے ان کشتیوں پر حملہ کیا اور تھوڑے سے مقابلے کے بعد کشتیوں پر قبضہ کر لیا اور اپنی جرأت اور بہادری سے لیڈرول کو گرفتار کر لیا۔
ایک اور مرتبہ مراد اعظم آٹھ کشتیاں اپنے ساتھ لے کر سمندر میں چکر کاٹ رہا تھا۔ گھومتے گھومتے دور نکل گیا۔ اسے دور سے سسلی کا جھنڈا لہراتا

ہوا نظر آیا۔ تھوڑی دور سفر کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سسلی کا بہت بڑا جہاز ہے جس پر سسلی کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ جہاز سامان سے لدا ہوا تھا۔ مراد اعظم نے خدا پر بھروسہ کرکے جہاز پر بھرپور حملہ کیا اور جہاز کے تمام سواروں کو گرفتار کر لیا اور سامان پر قبضہ کر لیا۔

مالٹا کے باشندوں نے ایک مرتبہ مسلمانوں کے دو جہاز پکڑ لئے اور ترکوں کو گرفتار کر لیا۔ مراد اعظم نے سمندر ہی میں ان لیٹروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دونوں جہاز ان کے قبضے سے آزاد کرا لئے اور ترکوں کو چھڑایا۔

صلیب عیسائیت کا نشان ہے جو گرجا گھروں، جھنڈوں اور عیسائیوں کی بہت سی چیزوں پر پایا جاتا ہے۔ صلیب کا نشان جس جہاز پر ہوتا اس جہاز کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

مراد اعظم پہلا نوجوان مجاہد تھا جو صلیبی نشان کے جہاز پر باز کی طرح جھپٹا اور بے خوف ہو کر اسلام کے مخالفوں سے جنگ کی۔ مسلمانوں کے دشمنوں سے

مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیک مجاہد کو کامیابی عطا فرمائی۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ رہی۔ ہر ایک مقابلے میں دشمن کو شکست ہوئی۔ سمندری ڈاکوؤں اور لٹیروں کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئے۔ سمندر میں سفر کرنے والوں کی جان، مال، عزت و آبرو محفوظ ہوگئی۔

سمندری جنگ کا امیر اور سردار، قبضے میں کئے ہوئے تمام جہازوں کو لے کر الجزائر کی طرف روانہ ہوا۔ دلیر سردار مراد اعظم کے وطن پہنچنے کی خبر سن کر الجزائر کے باشندے بہت خوش ہوئے۔ سمندر کے کنارے پر استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ شہر میں روشنی کی گئی، خوشیاں منائی گئیں۔

مراد اعظم نے اپنی پوری زندگی ملک اور قوم کی خدمت میں گذاری اور تراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

بسلسلہ مشاہیر اسلام

ثانوی جماعتوں کے لیے اضافی کتاب

ہمارے مشاہیر

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ۔ لاہور